سلسلہ : رسائلِ فتاوٰی رضویہ

جلد : پانچویں

رسالہ نمبر 1

جمان التاج فی بیان الصلاۃ قبل المعراج ۱۳۱۶ھ

(تاج کے موتی، معراج سے پہلے نماز کے بیان میں)

پیشکش : مجلسِ آئی ٹی (دعوتِ اسلامی)

جمان التاج فی بیان الصلاۃ قبل المعراج ۱۳۱۶ھ

(تاج کے موتی، معراج سے پہلے نماز کے بیان میں)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ [۲۵۰]: از ریاست رام پور بزریہ ملاظریف گھیر عبدالرحمٰن خان مرحوم مرسلہ عبدالرؤف خان ۲۷ محرم الحرام ۱۳۱۶ھ

بگرامی خدمت فیض درجت جناب مولنٰا بحر العلوم صاحب زاد کرمہ، حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بعد نبوت قبل شبِ معراج جو دو [۲] وقتوں میں نماز پڑھتے تھے وہ کس طور پر ادا فرماتے تھے۔ بینوا توجروا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ وکفٰی * وسلام علی عبادہ الذین اصطفی * لاسیما علی صاحب المعراج	اللہ ہی کی حمد ہے اور وہ کافی ہے اور سلام ہو اس کے منتخب بندوں پر، مصطفٰی پر اور ان کے آل واصحاب

المصطفٰی واٰلہٖ وصحبہ المقیمین الصلاۃ والعدل والوفاء*	پر جنہوں نے نماز کو اور عدل ووفا کو قائم کیا۔(ت)

الجواب:

پیش از اسراء دووقت یعنی قبل طلوعِ شمس وقبلِ غروب کے نمازیں مقرر ہونے میں علماء کو خلاف ہے اور اصح یہ ہے کہ اس سے پہلے صرف قیام لیل کی فرضیت باقی پر کوئی دلیل صریح قائم نہیں۔

فی الدرالمختار اول کتاب الصلٰوۃ الصلاۃ فرضت فی الاسراء، وکانت قبلہ صلاتین، قبل طلوع الشمس وقبل غروبھا۔شمنی [1] اھ۔ وفی المواھب، من المقصد الاول، قبیل ذکر اول من امن، قال مقاتل: کانت الصلاۃ اول فرضھا رکعتین بالغداوۃ ورکعتین بالعشی، لقولہ تعالٰی وسبح بحمد ربك بالعشی والابکار۔قال فی فتح الباری: کان صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قبل الاسراء یصلی قطعًا، وکذلك اصحابہ ؛ ولکن اختلف ھل افترض قبل الخمس شیئ من الصلاۃ ام لا ؟ فقیل ان الفرض کان صلاۃ قبل طلوع الشمس وقبل غروبھا۔والحجۃ فیہ قولہ تعالٰی وسبح بحمد ربك قبل طلوع الشمس وقبل غروبھا انتھی [2]۔ وقال النووی: اوّل ماوجب الانذار والدعاء الی التوحید، ثم فرض اللہ تعالٰی	درمختار کی کتاب الصلٰوۃ کے آغاز میں ہے کہ نماز (باقاعدہ طور پر) معراج میں فرض ہوئی تھی، اس سے پہلے صرف دو ۲ نمازیں تھیں، ایک طلوع سے پہلے دُوسری غروب سے پہلے۔ شمنی اھ (ت) اور مواہب کی فصل اوّل میں جہاں اولین ایمان لانے والوں کا ذکر ہے، اس سے تھوڑا پہلے مذکور ہے کہ مقاتل نے کہا ہے کہ ابتداء میں نماز کی صرف دو ۲ رکعتیں صبح کو اور دو ۲ رکعتیں رات کو فرض تھیں کیونکہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے اور تسبیح کہو اپنے رب کی حمد کے ساتھ رات کو اور سویرے۔فتح الباری میں کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم معراج سے پہلے نماز تو یقینا پڑھتے تھے اور اسی طرح آپ کے صحابہ بھی پڑھتے تھے، لیکن اس میں اختلاف ہے کہ پانچ نمازیں فرض ہونے سے پہلے کوئی نماز فرض بھی تھی یا نہیں! تو کہا گیا ہے کہ ایک نماز طلوع سے اور ایک غروب سے پہلے فرض تھی اور اس پر دلیل اللہ تعالٰی کا یہ فرمان ہے: اور تسبیح کہو اپنے رب کی حمد کے ساتھ طلوعِ شمس سے پہلے اور غروبِ شمس سے پہلے۔(ت) اور **نووی** نے کہا ہے کہ سب سے پہلے ڈر سنانا اور توحید کی طرف بلانا فرض کیا گیا، پھر اللہ تعالٰی

[1] درمختار کتاب الصلٰوۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۵۸

[2] شرح الزرقانی علی المواہب المقصد الاول فی تشریف اللہ تعالٰی لہ علیہ وسلم مطبوعہ المطبعۃ العامرہ مصر ۱/۲۷۴

من قیام اللیل ماذکرہ فی اول سورۃ المزمل ثم نسخه بمافی آخرھا ثم نسخه بایجاب الخ بایجاب الصلٰوۃ والخمس لیلة الاسراء بمکه [3]۔اھ مافی المواھب وفی شرحھا للعلامة الزرقانی من المقصد التاسع، ذھب جماعة الی انه لم تکن قبل الاسراء صلاۃ مفروضة الاماوقع الامر به من صلاۃ اللیل بلا تحدید۔وذھب الحربی الی ان الصلاۃ کانت مفروضة، رکعتین بالغداۃ و رکعتین بالعشی۔و ردہ جماعة من اھل العلم [4]۔اھ

وفیھما من المقصد الخامس فی الاسراء، عند ذکر صلاته صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم بالانبیاء بیت المقدس، (قداختلف فی ھذہ الصلاۃ) ھل ھی الشرعیة المعروفة او اللغویة؟ وصوّب الاول لان النص یحمل علٰی حقیقة الشرعیة، مالم یتعذر۔وعلی ھذا اختلف (ھل ھی فرض) ویدل علیه کماقال النعمانی حدیث انس عند ابی حاتم المتقدم قریبا للمصنّف۔(اونفل؟ واذا قلنا انھا فرض، فای صلاۃ ھی؟ قال بعضھم الاقرب انھا الصبح،

نے قیام لیل فرض کردیا جس کا سورہ مزمل کی ابتداء میں ذکر ہے پھر اس کو منسوخ کردیا اس حکم سے جو سورہ مزمل کے آخر میں ہے، پھر اس کو بھی منسوخ کردیا اور اس کے بجائے مکہ مکرمہ میں معراج کی رات کو پانچ نمازیں فرض کردیں۔اھ مواہب کی عبارت ختم ہُوئی۔(ت) اور مواہب کی شرح میں علامہ زرقانی نے نویں مقصد میں لکھا ہے کہ ایک جماعت کی رائے یہ ہے کہ معراج سے پہلے کوئی نماز فرض نہیں تھی، صرف رات کو نماز پڑھنے کا حکم تھا مگر اس کی کوئی مقدار مقرر نہیں تھی۔اور حربی کی رائے یہ ہے کہ نماز معراج سے پہلے بھی فرض تھی۔دو ۲ رکعتیں صبح کو اور دو ۲ رکعتیں رات کو۔لیکن حربی کی رائے کو اہلِ علم کی ایک جماعت نے رَد کیا ہے۔(ت) اور مواہب و زرقانی کے پانچویں مقصد میں جو کہ معراج کے بیان میں ہے جہاں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا باقی انبیاء کو نماز پڑھانا مذکور ہے، وہاں لکھا ہے (اس نماز میں اختلاف پایا جاتا ہے) کہ آیا اس کی مشروعیت وہی معروف مشروعیت ہے یا لغوی مشروعیت مراد ہے؟ پہلا قول درست قرار دیا گیا ہے کیونکہ جہاں تک ممکن ہو نص کو اپنی شرعی حقیقت پر حمل کیا جاتا ہے۔مشروعیتّ معروفہ مراد لینے کے بعد اس میں اختلاف ہے (کہ کیا یہ فرض ہے) اور جیسا کہ نعمانی نے کہا ہے اس پر انس کی وہ حدیث دلالت کرتی ہے جو ابن ابی حاتم کے ہاں پائی جاتی ہے اور

---

[3] المواہب اللدنیہ مقصد اول اول امر الصلٰوۃ المکتب الاسلامی بیروت ۱/۲۱۲،۱۱

[4] شرح الزرقانی علی المواہب المقصد التاسع فی عبادتہٖ صلی اللہ علیہ وسلم مطبعۃ عامرہ مصر ۷/۳۲۳

ویحتمل ان تکون العشاء) والاحتمالان، کماقال الشامی، لیسابشیئ؛ سواء قلنا صلی بھم قبل العروج اوبعدہ لان اول صلاۃ صلاھا النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من الخمس مطلقا، الظھر بمکۃ باتفاق۔ومن حمل الاولیۃ علی مکۃ فعلیہ الدلیل۔قال: والذی یظھر انھا کانت من النفل المطلق، اوکانت من الصلاۃ المفروضۃ علیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قبل لیلۃ الاسراء۔وفی فتاوی النووی مایؤید الثانی اھ[5] باختصار۔	تھوڑا سا پہلے مصنف نے بھی ذکر کی ہے (یا نفل ہے؟اگر ہم کہیں کہ فرض ہے تو پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ کون سی نماز ہے؟ بعض نے کہا ہے کہ اقرب یہ ہے کہ وہ صبح کی نماز ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ وہ عشاء کی نماز ہو) اور دونوں احتمال جیسا کہ شامی نے کہا ہے کوئی حیثیت نہیں رکھتے، خواہ ہم یہ کہیں کہ یہ نماز آسمانوں پر جانے سے پہلے پڑھائی تھی یا بعد میں، کیونکہ پانچ نمازوں میں مطلقاً پہلی نماز جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی تھی وہ بالاتفاق ظہر کی نماز تھی جو آپ نے مکہ مکرمہ میں ادا فرمائی تھی۔اور جو شخص اس روایت کو مکّہ کے ساتھ مختص کرے تو اس پر دلیل لازم ہے۔شامی نے کہا کہ ظاہر یہ ہے کہ یہ کوئی نفلی نماز تھی یا ان نمازوں میں سے تھی جو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر شبِ معراج سے پہلے فرض تھیں اور فتاوٰی نووی سے دوسری شق کی تائید ہوتی ہے۔(ت)
اقول: وفی الاستدلال بقولہ عز اسمہ وسبح بحمد ربك قبل طلوع الشمس وقبل غروبھا[6] نظر۔ فان تتمۃ الاٰیۃ ....[7]، فان حمل التسبیح علی الصلاۃ لقول ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما کل تسبیح فی القراٰن صلاۃ[8] اخرجہ الفریابی عن	**میں کہتا ہوں:** اللہ عزّاسمہ کے اس فرمان سے استدلال کرنا کہ تسبیح کہو اپنے رب کی حمد کے ساتھ طلوعِ آفتاب اور غروبِ آفتاب سے پہلے، محلِ نظر ہے۔کیونکہ آیت مکمّل اس طرح ہوتی ہے "اور رات کے اوقات میں بھی تسبیح کہو اور دن کے اطراف میں بھی تاکہ تم راضی ہو جاؤ"۔اب اگر تسبیح سے مراد نماز لی جائے کیونکہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ قرآن

[5] شرح الزرقانی علی المواہب المقصد الخامس فی المعراج والاسراء مطبوعہ المطبعۃ العامرہ مصر ۶/ ۶۳

[6] القرآن سورۃ طٰہٰ آیت ۱۳۰

[7] القرآن سورۃ طٰہٰ آیت ۱۳۰

[8]

| سعید بن جبیر وان کان ربما یفید الاستثناء من کلیته علی ما اقول: قوله جل ذکره، ......تَسۡبِيۡحَهٗ‌ ؕ[9]،وقوله تعالٰی ..اَنَّهٗ...ا............نَ‌ۙ‏ ‏[10] فان الظاهر ان المراد به ماذکر عنه ربه عزوجل بقوله.....ا.آ............ۚ‌ۖ[11]....به فسره سعید بن جبیر ،ارشد تلامذة ابن عباس، الراوی عنه تلك الكلية وقد قال الحسن البصری،کمافی المعالم: ماکانت له صلاة فی بطن الحوت؛ ولکنه قدم عملا صالحا[12]۔اھ بیدان ابن عباس ھھنا ایضا مشی علی اصله فقال رضی الله تعالٰی عنه ،من المسبحین ،من المصلین[13]۔ویکون المعنی حینئذ ماقال الضحاک ،انه شکر الله تعالٰی له طاعته القدیمة[14]،کمافی المعالم ایضا۔فعلٰی ھذا الحمل واخذ الامر للوجوب ،تدل الاٰیة باٰخرھا علی فرضیة اکثر من | میں تسبیح سے ہر جگہ نماز مراد ہے۔ابن عباس کا یہ قول فریابی نے سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے۔اگرچہ ابن عباس کے اس کلیے سے استثناء کا فائدہ دیتی ہیں وہ آیات جو میں بیان کررہا ہوں،اللہ جل ذکرہ فرماتا ہے: "ہر (پرندہ) اپنی نماز اور تسبیح کو جانتا ہے"۔اور اللہ تعالٰی فرماتا ہے: "اگر وہ (یونس) تسبیح کہنے والوں میں سے نہ ہوتا تو یومِ بعث تک مچھلی کے پیٹ میں رہتا" کیونکہ ظاہر یہی ہے کہ اس تسبیح سے مراد وہی تسبیح ہے جو اللہ تعالٰی نے یونس علیہ السلام سے یوں حکایت کی ہے: "پس پکارا اس نے اندھیروں میں کہ کوئی معبود نہیں ہے تیرے سوا،تُو پاک ہے بیشک میں ظلم کرنیوالوں میں تھا"۔سعید ابن جبیر جو کہ ابن عباس کے بہترین شاگردوں میں سے ہیں اور ان سے مندرجہ بالا کلیہ کے راوی ہیں انہوں نے یہی تفسیر بیان کی ہے۔حسن بصری نے کہا ہے کہ انہوں نے مچھلی کے پیٹ میں نماز نہیں پڑھی تھی بلکہ اس سے پہلے ایک صالح عمل تھا اھ البتہ ابن عباس یہاں بھی اپنے اصول پر رواں رہے ہیں اور تسبیح کہنے والوں میں سے ہونے کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ نماز پڑھنے والوں میں سے ہونا۔اس صورت میں جیسا کہ ضحاک نے کہا ہے اس آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالٰی نے یونس علیہ السلام کو اسی اطاعت |

[9] القرآن سورہ النور ۲۴ آیت ۴۱
[10] القرآن سورہ الصّٰفّٰت ۳۷ آیت ۱۴۳
[11] القرآن سورۃ الانبیاء ۲۱ آیت ۸۷
[12] معالم التنزیل مع تفسیر الخازن زیر آیت فلولا انہ کان من المسبحین (تفسیر سورہ صافات) مصطفٰی البابی مصر ۶/۳۷
[13] معالم التنزیل مع تفسیر الخازن زیر آیت فلولا انہ کان من المسبحین (تفسیر سورہ صافات) مصطفٰی البابی مصر ۶/۳۷
[14] معالم التنزیل مع الخازن زیرِ آیت فلولا ان کان من المسبحین الخ مطبوعہ المطبعۃ العامرہ مصر ۶/۳۷

صلاتین؟ الا ان یقال: لم یقصد الحصر، بدلیل ان قیام اللیل کان فریضۃ من قبل قطعا؛ ولکن یبقی قولہ تعالٰی واطراف النہار؛ وحملہ علی المذکورتین یستلزم التکرار۔

اما استدلال مقاتل بقولہ تعالٰی ....[15]، **فاقول:** اضعف، واضعف؛ بل لیس بشیئ اصلا، فان الاٰیۃ من سورۃ حم المؤمن، وقد تأخر نزولہا عن سورۃ بنی اسرائیل النازلۃ بخبر الاسراء، بزمان طویل، فقد روی ابن الضریس فی فضائل القراٰن عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما، فی حدیث ترتیب نزول السور، قال : کان اول ما نزل من القراٰن اقرأ باسم ربک، ثم ن، فذکر الحدیث الی ان قال: ثم بنی اسرائیل، ثم یونس، ثم ہود، ثم یوسف، ثم الحجر، ثم الانعام، ثم الصفت، ثم لقمان، ثم سبا، ثم الزمر، ثم حم المؤمن[16]۔الحدیث۔فکیف یستدل بہا علی ایجاب صلاۃ قبل الاسراء؟ لاجرم ان

(اور نماز وغیرہ) کے صلے میں نجات دی تھی جو وہ مچھلی کے پیٹ میں جانے سے پہلے کرتے رہے تھے۔معالم میں بھی اسی طرح ہے۔بہر حال اگر فسبّح بحمد ربک" میں تسبیح سے مراد نماز لی جائے اور امر کو وجوب کے لئے قرار دیا جائے تو آیت کا آخری حصّہ دو۲ سے زیادہ نمازوں کے فرض ہونے پر دلالت کرے گا۔اس کا یہ جواب تو دیا جاسکتا ہے کہ دو۲ میں حصر مقصود نہیں ہے کیونکہ رات کی نماز بھی بالیقین پہلے سے فرض تھی، لیکن اس صورت میں اللہ تعالٰی کا یہ فرمان "اور دن کے اطراف میں "بغیر کسی مفہوم کے رہ جاتا ہے کیونکہ اگر اس سے مراد طلوع سے پہلے اور غروب سے پہلے والی دو نمازیں لی جائیں تو تکرار لازم آئے گی (کیونکہ ان کا ذکر آیت کی ابتداء میں ہو چکا ہے)۔(ت) رہا مقاتل کا استدلال اللہ تعالٰی کے اس فرمان سے "اور تسبیح کہو اپنے رب کی حمد کے ساتھ رات کو اور صبح سویرے"۔تو میں کہتا ہوں کہ بہت ضعیف ہے اور بہت ہی ضعیف ہے، بلکہ سرے سے بیکار ہے، کیونکہ یہ آیت سورہ حم مومن کی ہے اور اس کا نزول سورہ بنی اسرائیل سے، جس میں معراج کا ذکر ہے، طویل زمانے کے بعد ہوا ہے۔چنانچہ ابن ضریس نے فضائل قرآن میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے سُورتیں نازل ہونے کی ترتیب اس طرح بیان کی ہے کہ ابن عباس نے کہا ہے کہ "قرآن میں سب سے پہلے سورہ اقرا باسم ربک نازل ہوئی، پھر نٓ۔ابن ضریس نے یہ روایت پوری بیان کی ہے یہاں تک کہ کہا ہے" پھر بنی اسرائیل، پھر یونس، پھر ہود، پھر یوسف، پھر حجر، پھر انعام، پھر صفّٰت، پھر لقمان، پھر سبا، پھر زمر، پھر حم مومن آخر تک۔تو پھر حم مومن کی آیت سے۔

---

15 القرآن سورہ مؤمن ۴۰ آیت ۵۵

16 فضائل القرآن لابن الضریس

فسرها ترجمان القراٰن رضی الله تعالٰی عنه بالصلوات الخمس [17]،کمافی المعالم۔وقد یستدل بماروی ابن ابی حاتم فی تفسیرہ عن انس رضی الله تعالٰی عنه فی حدیث الاسراء واتیانه صلی الله تعالٰی علیه وسلم بیت المقدس"لم البث الا یسیرا حتی اجتمع ناس کثیر،ثم اذن مؤذن واقیمت الصلاۃ"قال: فقمنا صفوفا ننتظر من یؤمنا فاخذ جبریل علیه الصلاۃ والسلام بیدی فقدّمَنی فصلیت بهم،فلما انصرفت،قال لی جبریل: اتدری من صلی خلفک؟ قلت: لا،قال: صلی خلفك کل نبی بعثه الله [18]۔وهو الحدیث المشار الیه فی کلام الزرقانی عن الامام النعمانی۔

اقول: ولعل مطمح نظر المستدل وقوع الاذان والاقامة فانهما من خصائص الفرائض **اوّلًا** فلان الاذان والاقامة المعروفین ماشرعا الابالمدینة،والاسراء قبل الهجرۃ ولذاقال الزرقانیؒ فی تفسیر الحدیث،اذن مؤذن،ای اعلم بطلب الصلاۃ،فاقیمت الصلٰوۃ،ای تهیئو لها

کس طرح استدلال کیا جاسکتا ہے کہ معراج سے پہلے بھی نماز فرض تھی (جبکہ اس وقت تک وہ سورۃ نازل ہی نہیں ہوئی تھی) اسی لئے ترجمان القرآن رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تفسیر پانچ نمازوں سے کی ہے۔ جیسا کہ معالم میں ہے۔اور کبھی استدلال کیا جاتا ہے اس حدیث سے جو ابن ابی حاتم نے انس رضی اللہ عنہ سے واقعہ معراج اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیت المقدس میں آنے کے بارے میں روایت کی ہے (اس میں ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا) ابھی تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ بہت سے لوگ جمع ہوگئے پھر ایک مؤذن نے اذان دی اور نماز کیلئے اقامت کہی گئی۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم سب صفیں باندھ کر اس انتظار میں کھڑے ہوگئے کہ ہمارا امام کون بنتا ہے،تو جبریل علیہ السلام نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے آگے کردیا،چنانچہ میں نے سب کو نماز پڑھائی،جب میں نے سلام پھیرا تو جبریل نے مجھ سے کہا: "کیا آپ کو معلوم ہے کہ آپ کے پیچھے کن لوگوں نے نماز پڑھی ہے؟ میں نے کہا نہیں جبریل نے کہا آپ کے پیچھے ہر اس نبی نے نماز پڑھی ہے جسے اللہ تعالٰی نے مبعوث فرمایا ہے۔یہی وہ حدیث ہے جس کی طرف زرقانی کے کلام میں نعمانی کے حوالے سے اشارہ کیا گیا ہے۔(ت)

میں کہتا ہوں کہ شاید دلیل پیش کرنے والے کا مطمح نظر یہ ہو کہ اس نماز میں اذان واقامت ہوئی تھی اور یہ فرائض کے ساتھ خاص ہیں، لیکن اس پر اعتراض ظاہر ہے۔**اوّلًا** اس لئے کہ معروف اذان واقامت تو مدینہ میں شروع ہُوئی تھی، جبکہ معراج ہجرت سے پہلے ہُوا تھا۔اسی لئے زرقانی نے اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے "ایک مؤذن نے اذان کہی" کے یہ معنی

[17] معالم التنزیل مع تفسیر الخازن زیر آیت فلولا انه کان من المسبحین مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۹۸/۶

[18] شرح الزرقانی علی المواہب المقصد الخامس فی المعراج والاسراء مطبوعہ المطبعۃ العامرہ مصر ۶۲/۶

وَشَرعوا فیھا،فلایردان الاذان والاقامة انماشرعا بالمدینة والاسراء کان بمکة [19] اھ ماثانیًا فلان تخصیصھما بالفرائض انما عرف بعد ماشرعا للامة،اماقبل ذلك فایّ دلیل علیه؟ واما ثالثًا،وھو القاطع،فلان الاسراء انما کان باللیل،وقدعلمنا ان صلاة اللیل کانت فریضة قبل فرض الخمس،فمایدریك لعلھا ھی۔وبه یظھر الجواب عما عسی ان یتعلق به متعلق، ماروی مسلم عن ابی ھریرة رضی الله تعالٰی عنه فی حدیث الاسراء "وحانت الصلاة فامتھم [20]"۔	بیان کیے ہیں کہ اس نے نماز کے لئے طلب کیے جانے سے ان کو آگاہ کیا، "اور نماز کیلئے اقامت کہی گئی" کا یہ مفہوم بیان کیا ہے کہ اس کیلئے تیار ہوگئے اور اس میں شروع ہوگئے،اس لئے یہ اعتراض نہیں پیدا ہوگا کہ اذان واقامت تو مدینہ میں شروع ہوئی تھیں اور معراج مکّہ میں ہُوا تھا۔ثانیًا،اس لئے کہ اذان واقامت کا فرائض کے ساتھ مخصوص ہونا تو اُمّت کیلئے ان کے مشروع ہونے کے بعد معلوم ہوا ہے۔مشروعیت سے پہلے تخصیص پر کون سی دلیل ہے؟ ثالثًا،اس لئے اور یہ اعتراض استدلال کی جڑ کاٹنے والا ہے کہ معراج رات کو ہوئی تھی اور یہ ہم جان چکے ہیں کہ رات کی نماز،پانچ نمازوں کے فرض ہونے سے پہلے بھی فرض تھی،تو کیا پتا،ہوسکتا ہے یہ وہی رات کی نماز ہو! اسی سے اس کا جواب بھی ظاہر ہوجاتا ہے جس کو ہوسکتا ہے کوئی متدل بطور دلیل پیش کرے یعنی مسلم کی وہ روایت جو ابوہریرہ سے حدیثِ معراج میں مروی ہے (کہ رسول اللہ نے فرمایا) اور نماز کا وقت ہوگیا تو میں نے انہیں نماز پڑھائی۔(ت)

تاہم اس قدر یقینًا معلوم کہ معراج مبارک سے پہلے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم نمازیں پڑھتے۔نمازِ شب کی فرضیت تو خود سورہ مزمل شریف سے ثابت اور اُس کے سوا اور اوقات میں بھی نماز پڑھنا وارد عام ازینکہ فرض ہو یا نفل،حدیث میں ہے:

کان المسلمون قبل ان تفرض الصلوات الخمس یصلون الضحٰی والعصر،فکان النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم واصحابه اذا صلوا اٰخر النھار،تفرقوا فی الشعاب فصلوھا فرادی [21]۔	فرضیت پنجگانہ سے پہلے مسلمان چاشت اور عصر پڑھا کرتے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وصحابہ کرام جب آخر روز کی نماز پڑھتے گھاٹیوں میں متفرق ہوکر تنہا پڑھتے۔

[19] شرح الزرقانی علی المواہب المقصد الخامس فی المعراج والاسراء مطبوعہ المطبعۃ العامرہ مصر ۶/۵۷

[20] الصحیح لمسلم باب الاسراء برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۹۶

[21] الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ حدیث ۲۳۷ ترجمہ عزیزہ بنت ابی تجراۃ مطبوعہ دار صادر بیروت لبنان ۴/۳۶۴

رواہ ابن سعد وغیرہ عن عزیزۃ بنت ابی تجراۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا ذکرہ فی ترجمتہا من الاصابۃ۔	اس کو ابن سعد وغیرہ نے عزیزہ بنت تجراۃ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ یہ بات اصابہ میں عزیزہ رضی اللہ عنہا کے حالات میں مذکور ہے۔ (ت)

احادیث اس باب میں بکثرت ہیں اور ان کی جمع و تلفیق کی حاجت نہیں بلکہ نماز شروع روز شریفہ سے مقرر ومشروع ہے حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر اوّل بار جس وقت وحی اُتری اور نبوتِ کریمہ ظاہر ہوئی اُسی وقت حضور نے بہ تعلیم جبریلِ امین علیہ الصلاۃ والتسلیم نماز پڑھی اور اُسی دن بہ تعلیمِ اقدس حضرت اُمّ المومنین خدیجۃ الکبرٰی رضی اللہ تعالٰی عنہا نے پڑھی، دُوسرے دن امیر المومنین علی مرتضٰی کرم اللہ وجہہ الاسنی نے حضور کے ساتھ پڑھی کہ ابھی سورہ مزمل نازل بھی نہ ہوئی تھی تو ایمان کے بعد پہلی شریعت نماز ہے۔

فقد اخرج احمد وابن ماجۃ والحارث فی مسندہ وغیرہم عن اسامۃ بن زید عن ابیہ رضی اللہ تعالٰی عنہما ان جبریل اتی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ،فی اول مااوحی الیہ،فاراہ الوضوء والصلاۃ،فلما فرغ من الوضوء اخذ غرفۃ من ماء فنضح بہا فرجہ[22]۔وفی سیرۃ ابن اسحٰق،وسیرۃ ابن ھشام، و المواھب اللدنیۃ من المقصد الاول،وکتاب الخمیس،وافضل القری لقراء ام القری،للامام ابن حجر المکی،ثم حاشیۃ الکنز للعلامۃ السید ابی السعود الازھری،ثم حاشیۃ الدر للعلامۃ السید احمد الطحطاوی،وھذا لفظ القسطلانی،مزیدا من الزرقانی،(قد روی) مرّضہ لان لہ طرقا لا تخلو من مقال؛ لکنہا متعددۃ یحصل باجتماعہا	تخریج کی ہے احمد اور ابن ماجہ نے اور حارث نے اپنی مُسند میں اور دیگر محدثین نے اسامہ ابن زید سے، وہ اپنے والد سے راوی ہیں کہ وحی کے آغاز میں ایک مرتبہ جبریل علیہ السلام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ کو وضو اور نماز کا طریقہ بتایا، جب وضو سے فارغ ہُوئے تو چُلّو بھر پانی لیا اور اپنے فرج پر چھڑکا۔ سیرت ابنِ اسحٰق میں، سیرت ابنِ ہشام میں، مواہب لدنیہ کے کتاب الخمس میں، ابن حجر مکی کی افضل القری لقراء ام القری میں، سید ابوالسعود ازہری کے حاشیہ کنز میں، سید احمد طحطاوی کے حاشیہ درمختار میں مذکور ہے اور الفاظ قسطلانی کے ہیں جن میں اس کی شرح زرقانی سے اضافہ کیا گیا ہے (روایت کی گئی ہے) بصیغہ مجہول اس کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے کیونکہ اس کے جتنے طریقے بھی ہیں وہ اعتراض سے خالی نہیں ہیں، لیکن چونکہ متعدد ہیں اس لئے ان کے اجتماع سے قوت

[22] مُسند امام احمد بن حنبل حدیث زید بن حارثہ رضی اللہ تعالٰی عنہ مطبوعہ دارالفکر، بیروت ۴/۱۶۱

القوۃ (ان جبریل بدا لہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) وھو باعلی مکۃ، کماعند ابن اسحٰق، ای بجبل الحراء، کمافی الخمیس (فی احسن صورۃ و اطیب رائحۃ فقال: یامحمد! ان اللہ یقرئك السلام ویقول لک: انت رسولی الی الجن والانس فادعھم الٰی قول لاالٰہ الااللّٰہ، ثم ضرب برجلہ الارض فنبعت عین ماء فتوضأ منھا جبریل) زاد ابن اسحٰق، ورسول اللہ ینظر الیہ، لیریہ کیف الطھور الی الصلاۃ (ثم امرہ ان یتوضأ، وقام جبریل یصلی، وامرہ ان یصلی معہ) زاد فی روایۃ ابی نعیم عن عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنھا، فصلی رکعتین نحوا الکعبۃ (فعلمہ الوضوء والصلاۃ، ثم عرج الی السماء ورجع رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، لایمر بحجر ولامدر ولاشجر الا وھو یقول: السلام علیك یارسول اللّٰہ! حتی اتی خدیجۃ، فاخبرھا فغشی علیھا من الفرح، ثم امرھا فتوضأت، وصلی بھا کماصلی بہ جبرئیل) زاد فی روایۃ، وکانت اول من صلی (فکان ذلك اول فرضھا) ای تقدیرھا (رکعتین)[23] اھ ولہ تمام سیأتی۔ واخرج الطبرانی عن ابی رافع رضی اللہ تعالٰی عنہ، قال: صلی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ

حاصل ہوجاتی ہے (کہ جبریل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آئے) جبکہ آپ مکّہ کے بالائی حصّہ میں تھے جیساکہ سیرت ابن اسحٰق میں ہے، یعنی کوہِ حرا پر تھے جیساکہ خمیس میں ہے (اچھی صورۃ اور عمدہ خوشبو میں اور کہا: "اے محمد! اللہ تعالٰی آپ کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ آپ انسانوں اور جنّوں کی طرف میرے رسول ہیں اس لئے انہیں دعوت دیں کہ وہ لاالٰہ الااللہ کہیں۔ پھر جبریل نے اپنا پاؤں زمین پر مارا تو پانی کا چشمہ ابل پڑا اور جبریل نے اس سے وضو کیا) ابن اسحٰق نے اضافہ کیا ہے کہ "اور رسول اللہ اس کی طرف دیکھ رہے تھے تاکہ رسول اللہ کو نماز کیلئے طہارت کا طریقہ بتائے (پھر آپ سے کہا کہ آپ بھی وضو کریں۔ پھر جبریل نماز پڑھنے لگے اور رسول اللہ کو کہا کہ آپ بھی میرے ساتھ پڑھیں) ابونعیم نے حضرت عائشہ سے جو روایت کی ہے اس میں یہ اضافہ بھی ہے کہ جبریل نے قبلہ رُخ ہوکر دو۲ رکعتیں پڑھیں (چنانچہ وضو اور نماز سکھانے کے بعد جبریل تو آسمان پر چلے گئے اور رسول اللہ گھر کی طرف واپس ہوئے تو راستے میں جس پتھر، ڈھیلے یا درخت کے پاس سے آپ گزرتے وہ کہتا "السلام علیك یارسول اللہ"۔ یہاں تک کہ آپ خدیجہ کے پاس آئے اور ان سے سارا ماجرا بیان کیا تو انہیں فرطِ مسرت سے غشی آگئی پھر رسول اللہ نے انہیں بھی وضو کرنے کا حکم دیا اور رسول اللہ نے اُن کو بھی اُسی طرح نماز پڑھائی جس طرح جبریل نے

---

[23] شرح الزرقانی المقصد الاوّل فی تشریف اللہ تعالٰی علیہ الصلٰوۃ والسلام مطبوعہ المطبعۃ العامرہ مصر ۱/۲۷۳

وسلم،اول یوم الاثنین،وصلت خدیجۃ اٰخرہ، وصلی علی یوم الثلثاء[24]۔	آپ کو پڑھائی تھی) ایک روایت میں یہ اضافہ ہے کہ خدیجہ سب سے پہلے نماز پڑھنے والی ہیں (تو یہ نماز کی پہلی فرضیت تھی) یعنی اس کا اندازہ تھا (دو رکعتیں) اھ اس روایت کا باقی حصہ عنقریب آئے گا۔اور طبرانی نے ابورافع رضی اللہ عنہ سے تخریج کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سوموار کے ابتدائی حصّے میں پہلی نماز پڑھی،خدیجہ رضی اللہ عنہا نے سوموار کے آخری حصے میں اور علی رضی اللہ عنہ نے منگل کے دن۔(ت)

بالجملہ یہ سوال ضرور متوجہ ہے کہ معراج سے پہلے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نماز کس طرح پڑھتے تھے،اقول ملاحظہ آیات واحادیث سے ظاہر کہ وہ نماز اسی انداز کی تھی اُس میں طہارتِ ثوب بھی تھی قال تعالی فی سورۃ المدثر،......[25] (اللہ تعالٰی نے سورہ مدثر میں فرمایا ہے "اور اپنے کپڑوں کو پاک کرو"۔ت) وضو بھی تھا کما تقدم اٰنفا (جیسا کہ ابھی گزرا ہے۔ت) **استقبالِ قبلہ** بھی تھا،

کما مر من حدیث ام المؤمنین رضی اللہ تعالٰی عنہا، و روی ابن اسحٰق فی سیرتہ قال: حدثنی عبداللہ ابن نجیح المکی عن اصحابہ،عطاء ومجاھد وعمن روی ذلک،فساق حدیث اسلام عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ،وفیہ،فجعلت امشی رویدا ورسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قائم یصلی یقرؤ القراٰن،حتی قمت فی قبلتہ مستقبلہ،مابینی وبینہ الاثیاب الکعبۃ۔قال: فلما سمعت القراٰن رق لہ قلبی[26]۔الحدیث۔	جیسا کہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کی حدیث گزری ہے۔اور ابنِ اسحٰق نے اپنی سیرت میں روایت کی ہے کہ حدیث بیان کی مجھ سے عبداللہ ابن نجیح مکی نے اپنے ساتھیوں عطا اور مجاہد سے اور کچھ لوگوں سے جنہوں نے یہ روایت بیان کی ہے۔اس کے بعد ابنِ اسحٰق نے عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا واقعہ ذکر کیا ہے اس میں ہے کہ (عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں) میں آہستہ آہستہ چلتا جارہا تھا اور رسول اللہ کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے اور قرآن کی تلاوت کررہے تھے یہاں تک کہ میں آپ کے سامنے آپ کی طرف رُخ کرکے کھڑا ہوگیا،میرے اور آپ کے درمیان کعبے کے غلاف کے سوا کوئی حائل نہیں تھا۔عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب میں نے قرآن سُنا تو میرا دل اس کے لئے نرم ہوگیا۔الحدیث (ت)

[24] المعجم الکبیر للطبرانی عن عبیداللہ ابن ابی رافع حدیث ۹۵۲ مطبوعہ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۱/۳۲۰

[25] القرآن سورہ المدثر ۷۴ آیت ۴

[26] سیرت ابن اسحٰق

تکبیر تحریمہ بھی تھی قال تعالٰی: ...... [27] اور اپنے رب کی تکبیر کہہ۔ت) وقال عزاسمہ فی سورۃ الاعلٰی النازلۃ قدما،.. کرَاسۡمَ ۔بِّہٖ فَصَلّٰی.. [28] (اور اللہ تعالٰی نے سورہ اعلٰی میں، جو پہلے نازل ہونے والی سورتوں میں سے ہے، کہا ہے "اور یاد کیا اپنے رب کے نام کو پھر نماز پڑھی"۔ت) **قیام** بھی تھا، قال تعالٰی:

یٰۤاَیُّهَا ا...... ا..لًا.. [29] الاٰیات الی قولہ جل ذکرہ اِ...... تَقُوْ...... ا......... [30]۔	اے اوڑھنے والے! رات کو قیام کیا کرو" اور اس سے بعد کی آیتیں، اس آیت تک "بے شک تیرا رب جانتا ہے کہ تو کبھی دو تہائی رات سے کم قیام کرتا ہے کبھی نصف رات اور کبھی ایک تہائی رات۔ اور ان لوگوں کی ایک جماعت بھی جو تیرے ساتھ ہے۔(ت)

قرات بھی تھی۔

قال تعالٰی فی سورۃ المزمل ...ؤامَا..ا..نِ. [31] وقال الزرقانی تحت ماتقدم من قول مقاتل رکعتین بالغداۃ ورکعتین بالعشی، یحتمل انہ کان یقرؤ فیھما بما اُتاہ من سورۃ اقرء، حتی نزلت الفاتحۃ [32]۔	اللہ تعالٰی نے سورہ مزمل میں فرمایا ہے: "پس پڑھو جتنا قرآن میسر ہوسکے"۔ اور مقاتل کا جو قول پہلے گزرا ہے کہ دو ۲ رکعتیں صبح کی اور دو ۲ رکعتیں رات کی فرض تھیں، اس کے تحت زرقانی نے کہا ہے "ممکن ہے کہ نزولِ فاتحہ سے پہلے رسول اللہ ان رکعتوں میں سورۃ اقرأ کی وہ آیات پڑھتے ہوں جو نازل ہوچکی تھیں۔(ت)

رکوع بھی تھا:

علی خلف فیہ، کماسیأتی، وقد تظافرت الاحادیث الحاکیۃ عماقبل الاسراء بصلاۃ	لیکن اس میں اختلاف ہے جو عنقریب آرہا ہے۔ اور جن احادیث میں معراج سے پہلے نماز پڑھنے کا

---

27 القرآن سورہ مدثر ۷۴ آیت ۳

28 القرآن سورۃ الاعلٰی ۸۷ آیت ۱۵

29 القرآن، سورہ مزمل ۷۳

30 القرآن ۷۳/ ۲۰

31 القرآن ۷۳/ ۲۰

32 شرح الزرقانی علی المواہب المقصد الاول فی تشریف اللہ تعالٰی لہ علیہ الصلٰوۃ والسلام المطبعۃ العامرۃ مصر ۱/ ۲۷۴

رکعات او رکعتین،منها ما تقدم انفا من حدیث ابی نعیم فصلی رکعتین،ومن حدیث غیره فکان ذٰلك اول فرضها رکعتین،وانما سمیت رکعة للرکوع۔	بیان ہے،ان میں بکثرت رکعات یا دو۲ رکعتوں کا ذکر ہے ان میں سے ایک تو وہی ہے جو ابھی ابو نعیم کے حوالے سے گزری تھی کہ نماز پڑھی دو رکعتیں۔اور ابو نعیم کے علاوہ ایک دوسرے محدث کی روایت کہ ابتدا میں صرف دو۲ رکعتیں فرض تھیں۔اور رکعت کی وجہ تسمیہ ہی یہ ہے کہ اس میں رکوع پایا جاتا ہے۔ت)

سجود بھی تھا:

کما فی حدیث ایذاء ابی جهل وغیره من الکفرة،لعنهم الله تعالٰی،حین صلی رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم عند الکعبة،فرمقوا سجوده،فالقوا علیه ماأُلقُوا به فی قلیب بدر ملعونین۔والحمدلله رب العٰلمین۔والحدیث معروف فی الصحیحین وغیرهما عن ابن مسعود رضی الله تعالٰی عنه،وفیه من قول الکفار"یجیئ به ثم یمهله حتی اذاسجد وضع بین کتفیه؛ قال: فانبعث اشقاهم فلما سجد صلی الله تعالٰی علیه وسلم وضعه بین کتفیه،وثبت النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم ساجدا [33]۔الحدیث۔ وقدقال تعالٰی فی سورة اقرأ،........	جیسا کہ اس حدیث میں ہے جس میں ابوجہل اور دیگر کفار لعنهم الله کی ایذا رسانی کا ذکر ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے پاس نماز پڑھ رہے تھے تو کفار نے اُن کے سجدے پر نگاہ رکھی اور آپ پر وہ کچھ ڈال دیا (یعنی اوجھڑیاں وغیرہ) جس کے بدلے میں بدر کے کنویں میں ملعون کرکے پھینک دیئے گئے۔اور یہ حدیث صحیحین وغیرہ میں عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے معروف ہے اور اس میں ہے کہ کوئی جاکر اوجھڑیاں لائے پھر محمد کو اتنی مہلت دے کہ وہ سجدے میں چلا جائے،اس وقت اس کے شانوں کے درمیان اوجھڑیاں رکھ دے۔راوی کہتا ہے کہ ان میں سے جو بہت بدبخت تھا وہ اس کام کیلئے تیار ہوگیا اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سجدے میں گئے تو اس نے اوجھڑیاں آپ کے شانوں کے درمیان رکھ دیں اور آپ سجدے میں پڑے رہے۔الحدیث۔اور اللہ تعالٰی نے سورۃ اقرا میں فرمایا ہے: "اور سجدہ کرو اور قُرب حاصل کرو"۔(ت)

33 صحیح البخاری باب المرأة تطرح علی المصلی شیئا من الاذٰی مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۷۴

جماعت بھی تھی:

کماتقدم من حدیث المبعث، ولفظه عن ابن اسحٰق، ثم قام به جبرئیل فصلی به، وصلی رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم بصلاته، (الی ان قال فی خدیجة) صلی بها رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم کماصلی به جبرئیل، فصلت بصلاته [34]۔اھ وقد قال تعالٰی .... [35] واخرج الشیخان عن ابن عباس رضی الله تعالٰی عنهما فی حدیث مجیئ الجن الیه صلی الله تعالٰی علیه وسلم اول البعث، انهم اتوه صلی الله تعالٰی علیه وسلم وهو یصلی باصحابه صلاة الفجر [36]، قال الزرقانی المراد بالفجر الرکعتان اللتان کان یصلیها قبل طلوع الشمس [37] الخ۔	جیسا کہ بعث والی حدیث گزری ہے اور اس کے الفاظ ابنِ اسحٰق کے ہاں اس طرح ہیں "پھر جبریل آپ کے ساتھ کھڑے ہُوئے اور آپ کو نماز پڑھائی اور رسول اللہ نے جبریل کی نماز کے مطابق نماز پڑھی (یہاں تک کہ خدیجہ کے بارے میں کہا ہے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نماز پڑھائی جس طرح جبریل نے رسول اللہ کو پڑھائی تھی چنانچہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے مطابق نماز پڑھی۔اھ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: "اور ایک جماعت ان لوگوں کی جو تمہارے ساتھ ہے" بخاری و مسلم نے ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کی روایت کی ہے جس میں ابتداءِ وحی کے دوران رسول اللہ کے پاس جنّات کے آنے کا ذکر ہے۔اس میں ہے کہ جب جنّات آپ کے پاس آئے اس وقت آپ اپنے ساتھیوں کے ساتھ صبح کی نماز پڑھ رہے تھے۔زرقانی نے کہا ہے کہ فجر کی نماز سے مراد وہ دو ۲ رکعتیں ہیں جو طلوعِ آفتاب سے پہلے پڑھا کرتے تھے الخ۔(ت)

جہر بھی تھا:

قال تعالٰی ..وْ..لَیَّ..ا..نَفَرٌ..ا..لْنَآ..ا..نَّا.... ......لَی....... [38]، وقد کانوا سمعوه صلی الله تعالٰی	اللہ تعالٰی نے فرمایا ہے "کہو وحی کی گئی ہے میری جانب کہ جنوں کی ایک جماعت نے کان لگا کر سُنا تو کہا ہم نے ایک عجیب قرآن سُنا ہے جو ہدایت کی طرف

[34] سیرت ابن اسحٰق
[35] القرآن ۲۰/۷۳
[36] صحیح البخاری زیر آیت قل اوحی الی الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۷۳۲/۲
[37] شرح الزرقانی علی المواہب المقصد الاول ذکر الجن مطبوعہ المطبعۃ العامرۃ مصر ۳۴۹/۱
[38] القرآن ۷۲/۱۔۲

علیه وسلم فی صلاة الفجر، کماتقدم، ومرّ حدیث ابن اسحٰق فی اسلام امیر المؤمنین عمر رضی الله تعالٰی عنه، وروی ابن سنجر فی مسنده عنه رضی الله تعالٰی عنه "خرجت اتعرض رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم قبل ان اسلم، فوجدته قدسبقنی الی المسجد، فقمت خلفه، فاستفتح سورة الحاقة، فجعلتُ اتعجّب من تألیف القراٰن، **فقلت**: هو شاعر کماقالت قریش، فقرأ

اِنَّهٗ لَقَوْ..........هُوَ.....

..تُؤْمِنُوْنَ. **فقلت**: کاهن، علم مافی نفسی، فقرأ ....مَّا..... الی آخر السورة، فوقع الاسلام فی قلبی کل موقع[39]۔

اقول: لکن ذکر ابن عباس رضی الله تعالٰی عنهما فی حدیثه المذکور نزول الحاقة بعد بنی اسرائیل بسبع وعشرین سورة، وجعلها من اواخر ما نزل بمکة، ولایظهر الجمع بان بعضها نزل قدیما فسمعه عمر قبل ان یسلم وتأخر نزول الباقی، واعتبر ابن عباس بالاکثر، فان امیر المؤمنین یقول فی ھٰذا الحدیث، ان صح: فاستفتح سورة الحاقة، ویذکر الاٰیات من اواخرها، ثم یقول الی اٰخر السورة، فالله

رہنمائی کرتا ہے" اور جنّات نے رسول اللہ کی یہ قرأت نمازِ فجر میں سُنی تھی، جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ اور ابن اسحٰق کی روایت بھی گزر چکی ہے جو امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے بارے میں ہے۔ اور ابن اسحٰق نے اپنے مسند میں عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ وہ فرماتے ہیں "اسلام لانے سے پہلے ایک دن میں رسول اللہ کا سامنا کرنے کے لئے گھر سے نکلا تو آپ اُس وقت مسجد کو جا چکے تھے میں جا کر ان کے پیچھے کھڑا ہوگیا، انہوں نے سورۃ الحاقہ شروع کی تو میں قرآن کی تالیف وترتیب پر حیران رہ گیا اور میں نے دل میں کہا کہ یہ شخص شاعر ہے، اُسی وقت آپ نے یہ آیت پڑھی" اور یہ کسی شاعر کا کلام نہیں ہے تم بہت کم ایمان لاتے ہو"۔ میں نے سوچا کہ یہ کاہن ہے کہ اس کو میرے دل کی بات معلوم ہوگئی، اُسی وقت آپ نے یہ آیت پڑھی "نہ یہ کسی کاہن کا قول ہے تم بہت کم نصیحت حاصل کرتے ہو سورۃ کے آخر تک۔ چنانچہ اسلام میرے دل میں پُوری طرح گھر گیا۔

اقول: (میں کہتا ہوں: لیکن ابن عباس نے اپنی مذکورہ روایت میں بیان کیا ہے کہ سورۃ الحاقہ کا نزول اس وقت ہُوا جب سورہ بنی اسرائیل کے بعد ستائیس سورتیں نازل ہو چکی تھیں اور ابن عباس نے الحاقہ کو ان سورتوں میں شمار کیا ہے جو مکّہ کے آخری دور میں نازل ہوئی تھیں (پھر حضرت عمر نے الحاقہ کی آیات اسلام لانے سے پہلے

[39] شرح الزرقانی علی المواہب مقصد اول اسلام عمرِ فاروق مطبوعہ المطبعۃ العامرہ مصر ۱/۳۲۲

تعالٰی اعلم؛ بل قال مجاھد فی قولہ تعالٰی فاصدع بماتؤمر ھو الجھر بالقراٰن[40]۔حکاہ فی المواھب من المقصد الاول،قال: قالوا وکان ذلك بعد ثلث سنین من النبوۃ،قال الزرقانی: تبرأ منہ لجزم الحافظ فی سیرتہ بان نزول الاٰیۃ کان فی السنۃ الثالثۃ[41]۔	کس طرح سُن لی تھیں،جبکہ وہ نبوت کے چھٹے سال میں ایمان لائے تھے اور اس وقت یہ سورت نازل ہی نہیں ہُوئی تھی) اور یہ تطبیق کرنا غیر ظاہر ہے کہ ہو سکتا ہے اس کا کچھ حصّہ پہلے نازل ہوا ہو اور حضرت عمر نے اس کو سُن لیا ہو اور باقیماندہ زیادہ تر حصّہ بعد میں نازل ہوا ہو اور حضرت ابن عباس نے اکثر باقیماندہ حصے کے نزول کو ملحوظ رکھا ہو۔غیر ظاہر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اگر (اسلامِ عمر والی) یہ حدیث صحیح ہے تو اس میں عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں"پس شروع کی رسول اللہ نے سورۃ الحاقہ،پھر سورۃ کے آخری حصّے کی چند آیات ذکر کرتے ہیں اور کہتے ہیں"سورت کے آخر تک"(یعنی اس روایت کا تقاضا تو یہ ہے کہ یہ سورت شروع سے آخر تک اس وقت نازل ہوچکی تھی پھر مندرجہ بالا تطبیق کیسے ظاہر ہو سکتی ہے؟) پس اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔بلکہ مجاہد نے کہا ہے کہ اللہ تعالٰی کا یہ فرمانا"(اے نبی!) جس چیز کا تمہیں حکم دیا جارہا ہے اس کا اعلان کرو:"اس سے مراد قرآن کو جہراً پڑھنا ہے۔یہ بات مواہب کے مقصدِ اول میں مذکور ہے۔صاحبِ مواہب نے کہا:"کہتے ہیں کہ یہ آیت نبوت کے تین سال گزرنے کے بعد نازل ہوئی"۔اس کی شرح میں زرقانی نے کہا ہے کہ("کہتے ہیں"کہہ کر) ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے کیونکہ حافظ نے اپنی سیرت میں یقین ظاہر کیا ہے کہ یہ آیت نبوت کے تیسرے سال کے دوران نازل ہُوئی تھی۔(ت)

بالجملہ جہاں تک نظر کی جاتی ہے نمازِ سابق اصول وارکان میں اسی نماز مستقر کے موافق نظر آتی ہے بلکہ حدیث مذکور بلفظ مواہب میں بعد **فکان ذلك اول فرضھا رکعتین** (ابتدا میں نماز کی دو۲ رکعتیں فرض ہُوئی تھیں۔ت) کے فرمایا:

ثم ان اللہ تعالٰی اقرھا فی السفر کذلك واتمھا فی الحضر[42]۔	پھر اللہ تعالٰی نے سفر میں دو۲ رکعتیں برقرار رکھیں اور حضر میں (چار) مکمل کردیں۔(ت)

شرح زرقانی میں ہے:

اقرھا ای شرعھا علی ھیأۃ ماکان	"برقرار رکھیں"کا مطلب یہ ہے کہ ان دو۲ رکعتوں کو

[40] المواہب اللدنیہ الجہر بالدعوۃ المکتب الاسلامی بیروت ۱/۲۲۲و ۲۲۳

[41] شرح الزرقانی علی المواہب مراتب الوحی از مقصد اول مطبع العامرہ مصر ۱/۲۸۷

[42] المواہب اللدنیہ اول امر الصلٰوۃ المکتب الاسلامی بیروت ۱/۲۱۱

یصلیها[43] قبل۔	اسی طرح مشروع قرار دے دیا جس طرح آپ پہلے سے پڑھتے تھے۔(ت)

قبل اس سے ظاہر یہ کہ پیش از معراج دو۲ رکعتیں اسی طرح کی تھیں جیسی اب ہیں مگر بعض علماء فرماتے ہیں معراج سے پہلے رکوع اصلًا نہ تھا نہ اس شریعت میں نہ اگلے شرائع میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کی اُمتِ مرحومہ کے خصائص سے ہے کہ بعد اسرا عطا ہُوا بلکہ معراج مبارک کی صبح کو جو پہلی نمازِ ظہر پڑھی گئی اُس تک رکوع نہ تھا اُس کے بعد عصر میں اُس کا حکم آیا اور حضور وصحابہ نے ادا فرمایا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مسند بزار و معجم اوسط طبرانی میں امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کی حدیث اس معنی کو مفید امام جلال الدین سیوطی خصائص کبرٰی میں فرماتے ہیں:

باب اختصاصه صلی الله تعالٰی علیه وسلم بالرکوع فی الصلاۃ۔ذکر جماعة من المفسرین فی قوله تعالٰی وارکعوا مع الراکعین،ان مشروعیة الرکوع فی الصلاۃ خاص بهذه الملة،وانه لارکوع فی صلاۃ بنی اسرائیل،ولذا امرهم بالرکوع مع امة محمد صلی الله تعالٰی علیه وسلم،قلت: وقد یستدل له بما اخرجه البزار والطبرانی فی الاوسط عن علی رضی الله تعالٰی عنه،قال: اول صلاۃ رکعنا فیها صلوٰۃ العصر،فقلت یارسول الله ماهذا؟ قال: بهذا امرت۔ووجه الاستدلال انه صلی قبل ذلك صلاۃ الظهر،وصلی قبل فرض الصلوات الخمس قیام اللیل وغیر ذلک،فکون الصلاۃ السابقة بلارکوع قرینة لخلّو صلاۃ الامم السابقة منه[44] اھ۔	باب،اس بیان میں کہ رسول اللہ نماز میں رکوع کے ساتھ مختص ہیں۔مفسرین کی ایک جماعت نے اللہ تعالٰی کے فرمان "اور رکوع کرو رکوع کرنے والوں کے ساتھ" کی تفسیر میں لکھا ہے کہ نماز میں رکوع کا ہونا اس اُمت کے ساتھ خاص ہے،اور بنی اسرائیل کی نماز میں رکوع نہیں تھا،اسی لئے ان کو حکم دیا گیا ہے کہ اُمتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رکوع کریں۔اور اس پر دلیل پیش کی جاتی ہے کہ بزار نے اور طبرانی نے اوسط میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے تخریج کی ہے کہ پہلی نماز جس میں ہم نے رکوع کیا وہ عصر کی نماز تھی،تو ہم نے کہا: "یارسول اللہ! یہ کیا ہے؟" تو آپ نے فرمایا: "مجھے اسی طرح حکم دیا گیا ہے"۔استدلال کی بنیاد یہ ہے کہ رسول اللہ نے اس سے پہلے ظہر کی نماز پڑھی تھی،اور پانچ نمازوں کی فرضیت سے پہلے قیام لیل بھی کرتے تھے،کچھ اور نوافل بھی پڑھتے تھے،تو ان تمام نمازوں میں رکوع کا نہ ہونا اس بات کا قرینہ ہے کہ پہلی امتوں کی نمازوں میں رکوع نہ تھا اھ(ت)

[43] شرح الزرقانی علی المواہب مراتب الوحی مطبوعہ المطبعۃ العامرہ مصر ۱/۲۷۴۔۲۷۳

[44] الخصائص الکبرٰی باب اختصاصہ صلی اللہ علیہ وسلم بالرکوع مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/۲۰۵

شرح زرقانی مقصد خامس میں ہے:

الرکوع من خصائص الامۃ، وماصلاہ المصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قبل الاسراء لارکوع فیہ؛ وکذاظھر عقب الاسراء، واول صلاۃ برکوع، العصر بعدھا[45]۔	رکوع اس اُمّت کی خصوصیات میں سے ہے اور مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم معراج سے پہلے جو نمازیں پڑھا کرتے تھے ان میں رکوع نہ تھا، اسی طرح معراج کے بعد جو ظہر پڑھی (اس میں بھی رکوع نہ تھا) اس ظہر کے بعد آپ نے جو عصر پڑھی تو وہ پہلی نماز تھی جس میں رکوع کیا گیا۔ (ت)

اقول: یہ حدیثِ طبرانی اگر صحیح یا حسن ہے تو استناد صحیح وحسن ہے ورنہ اس کا صریح معارض حدیث عفیف کندی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے موجود کہ وہ زمانہ جاہلیت میں مکہ معظّمہ میں آئے کعبہ کے سامنے بیٹھے تھے دن خوب چڑھ گیا تھا کہ ایک جوان تشریف لائے اور آسمان کو دیکھ کر رُوبکعبہ کھڑے ہوگئے ذرا دیر میں ایک لڑکے تشریف لائے وہ اُن کے دہنے ہاتھ پر قائم ہوئے تھوڑی دیر میں ایک بی بی تشریف لائیں وہ پیچھے کھڑی ہُوئیں پھر جوان نے رکوع فرمایا تو یہ دونوں رکوع میں گئے پھر جوان نے سر مبارک اُٹھایا تو ان دونوں نے اُٹھایا جوان سجدے میں گئے تو یہ دونوں بھی گئے انہوں نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے حال پُوچھا کہا یہ جوان میرے بھتیجے محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور یہ لڑکے میرے بھتیجے علی اور یہ بی بی خدیجۃ الکبرٰی ہیں رضی اللہ تعالٰی عنہما، میرے یہ بھتیجے کہتے ہیں کہ آسمان وزمین کے مالک نے انہیں اس دین کا حکم دیا ہے اور اُن کے ساتھ ابھی یہی دو مسلمان ہُوئے ہیں۔

اخرج ابن عدی فی الکامل وابن عساکر فی التاریخ عن عفیف الکندی رضی اللہ تعالٰی عنہ، قال: جئت فی الجاھلیۃ الٰی مکۃ، وانا ارید ان ابتاع لاھلی من ثیابھا وعطرھا، فاتیت العباس، وکان رجلا تاجرا، فانی عندہ جالس انظر الی الکعبۃ، وقدکلفت الشمس وارتفعت فی السماء فذھبت اذ اقبل شاب فنظر الی السماء ثم قام مستقبل الکعبۃ، فلم البث الا یسیرا حتی	ابنِ عدی نے کامل میں اور ابن عساکر نے تاریخ میں عفیف کندی رضی اللہ عنہ سے تخریج کی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں زمانہ جاہلیت میں مکہ مکرمہ آیا، میں مکہ کے کپڑے اور عطر خریدنا چاہتا تھا اس لئے عباس کے پاس آیا کیونکہ وہ تجارت کیا کرتے تھے ابھی میں ان کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور سُورج خوب روشن تھا اور آسمان پر بلند ہوچکا تھا کہ اچانک ایک نوجوان آئے اور آسمان کی طرف دیکھا پھر قبلہ رُو ہو کر کھڑے ہوگئے، تھوڑی دیر کے بعد ایک لڑکے آئے اور جوان کے دائیں طرف کھڑے ہوگئے

---

45 شرح الزرقانی علی المواہب المقصد الخامس فی المعراج والاسراء مطبوعہ المطبعۃ العامرہ مصر ۵۷/۶

جاء غلام فقام عن یمینه.ثم لم یلبث الا یسیرا حتی جاء ت امرأة فقامت خلفهما.فرکع الشاب فرکع الغلام والمرأة.فرفع الشاب فرفع الغلام والمرأة.فسجد الشاب فسجد الغلام والمرأة.فقلت: یاعباس! امر عظیم.فقال: امرعظیم، تدری من هذا الشاب؟ هذا محمد بن عبدالله.ابن اخی.تدری من هذا الغلام؟ هذا علی ابن اخی.تدری من هذه المرأة؟ هذه خدیجة بنت خویلد.زوجته-ان ابن اخی هذا حدثنی ان ربه.رب السمٰوٰت والارض.امره بهذا الدین- ولم یسلم معه غیره هؤلاء الثلثة[46]- فیه سعید بن خیثم الهلالی.قال الازدی منکر الحدیث عن اسد بن عبدالله العسری عـہ-قال البخاری:

تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ ایک خاتون آئیں اور دونوں کے پیچھے کھڑی ہوگئیں،جوان نے رکوع کیاتولڑکے اور خاتون نے بھی رکوع کیا،وہ جوان رکوع سے کھڑے ہوئے تو وہ دونوں بھی کھڑے ہوگئے،جوان سجدے میں گئے تو وہ دونوں بھی سجدے میں چلے گئے۔ میں نے کہا: "اے عباس! یہ تو کوئی بڑا معاملہ ہے"۔عباس نے کہا: "ہاں،بڑا معاملہ ہے،جانتے ہو یہ جوان کون ہے؟ یہ میرا بھتیجا محمد بن عبداللہ ہے۔جانتے ہو یہ لڑکا کون ہے؟ یہ علی ہے میرا بھتیجا۔جانتے ہو یہ خاتون کون ہے؟ یہ خدیجہ بنتِ خویلد ہے،جوان کی بیوی۔میرے اس بھتیجے نے مجھے بتایا ہے کہ اس کے رب نے،جو آسمانوں اور زمینوں کا رب ہے،اس کو اِس دین کا حکم دیا ہے،اور ابھی ان تین کے علاوہ کسی نے اس دین سے اتفاق نہیں کیا ہے۔ اس میں ابن خثیم ہلالی ہے۔ازدی نے کہا ہے کہ سعید،اسد ابن عبداللہ العسری سے منکر روایتیں بیان کرتا ہے بخاری نے کہا:

عـہ هکذا فی الاصل بخط الناسخ وکتب علیه بعض المصححین لعله العنبری اقول الصحیح القسری والعسری لیس بشیئ عثرنا علیه قط فی الانساب وهو اسد بن عبدالله بن یزید بن البجلی اخو خالد القسری بفتح القاف وسکون المهملة فی حدیثه لین

اصل کتاب میں کاتب کا لکھا ہُوا اسی طرح ہے،بعض تصحیح کرنے والوں نے لکھا ہے کہ شاید العنبری ہو **اقول:** (میں کہتا ہوں) میرے نزدیک یہ لفظ القسری ہے العسری کوئی لفظ نہیں۔انساب میں ہم اس پر اصلاً مطلع نہ ہوسکے،یہ اسد بن عبداللہ بن یزید بن البجلی خالد القسری کے بھائی ہیں قاف پر زبر اور سین (باقی اگلے صفحہ پر)

[46] الکامل فی ضعفاء الرجال ترجمہ ایاس بن عفیف الکندی مطبوعہ المکتبۃ الاثریۃ شیخوپورہ ۱/۴۱۰

لایتابع علی حدیثه۔	اس کی حدیث پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔(ت)

اور دعوی اختصاص امت پر آیہ کریمہ ۰۰۰۱۰۰۱ٓ۰۰۰۰۰۰بّۃ۰۰۰۰۰۰ٓ ا۰۰۰۰ [47] (اور داؤد نے گمان کیا کہ ہم نے اسے آزمایا ہے تو اس نے اپنے رب سے مغفرت طلب کی اور رکوع میں گرگیا اور انابت اختیار کی۔ت) کے ورود میں اگر تامل بھی ہو **فان کثیرا منھم فسروا ھھنا الرکوع بالسجود وان قال الحسین بن الفضل ان معناہ خربعد ماکان راکعا ای سجد** (کیونکہ بہت سے علماء نے یہاں رکوع سے سجود مراد لیا ہے،اگرچہ حسین ابن فضل نے کہا ہے کہ "گرگیا" کا معنٰی یہ ہے کہ رکوع کے بعد گرگیا یعنی سجدے میں چلا گیا۔ت) تو آیہ کریمہ ۰۰۱**قْنُتِیْ**۰۰۰ا۰۰ [48] ۰۰۰۰۰الرّٰ۰۰ (اے مریم! عاجزی اختیار کرو اپنے رب کے رُوبرو اور سجدہ کرو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔ت) ظاہرۃ الورود ہے۔معالم میں ہے:

انما قدم السجود علی الرکوع لانه کذلك کان فی شریعتھم،وقیل: بل کان الرکوع قبل السجود فی الشرائع کلھا،ولیس الواو للترتیب	کہا گیا ہے کہ یہاں سجدے کا ذکر رکوع سے پہلے اس لئے ہے کہ ان کی شریعت میں اسی طرح تھا اور بعض نے کہا ہے کہ رکوع تمام شریعتوں میں سجدے سے پہلے تھا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

من الخامسة مات سنة مائة وعشرین روی عن ابیه وعن یحیی بن عفیف وروی عنه سعید بن خیثم وسلم بن قیتبة وسلیمان بن صالح سلمویه وکان امیر اعلی خراسان جوادا ممدوحا قال البخاری یتابع فی حدیثه کذافی التقریب وتھذیب التھذیب ۱۲ فقیر محمد حامد رضا قادری غفرله

پر جزم ہے اس کی حدیث میں کمزوری ہے پانچویں طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں ایک سو بیس ۱۲۰ ہجری میں ان کا وصال ہوا انہوں نے اپنے والد اور یحیٰی بن عفیف الکندی سے روایت کی ہے اور ان سے سعید بن خیثم وسلم بن قتیبہ اور سلیمان بن صالح سلمویہ نے روایت کی ہے یہ خراسان کے امیر تھے بڑے سخی اور لائقِ تعریف تھے۔بخاری کہتے ہیں کہ ان کی حدیث میں متابعت کی گئی جیسا کہ التقریب والتہذیب میں ہے ۱۲ فقیر محمد حامد رضا قادری غفرلہ (ت)

---

[47] القرآن ۳۸/۲۴

[48] القرآن سورۃ آل عمران ۳ آیت ۴۳

بل للجمع[49]۔	اور واؤ ترتیب کے لئے نہیں ہے بلکہ جمع کیلئے ہے۔(ت)

اقول یہاں اگرچہ تاویل رکوع بخشوع ممکن مگر حدیثِ شبِ معراج:

ثم دخلت المسجد فعرفت النبیین مابین قائم و راکع وساجد[50] رواہ الحسن بن عرفۃ وابونعیم عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	پھر میں مسجد میں داخل ہوا تو میں نے نبیوں کو جانا کہ کچھ قیام میں ہیں کچھ رکوع میں اور کچھ سجود میں۔اس کو حسن ابن عرفہ اور ابونعیم نے ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔(ت)

جس میں تصریح ہے کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جب مسجدِ اقصٰی میں تشریف فرما ہُوئے انبیائے کرام علیہم الصلٰوۃ والسلام کو ملاحظہ فرمایا کوئی قیام میں ہے کوئی رکوع میں کوئی سجود میں نص مفسر غیر قابل التاویل ہے۔

فانہ یفید التقسیم،ولایجوز ان یکون الخشوع قسیما للقیام والسجود۔فاندفع ماذکر العلامۃ الزرقانی ھٰھنا حیث قال تحت قولہ مابین قائم وراکع،ای خاشع کخشوع الراکع،فلایرد ان الرکوع من خصائص الامۃ[51] الی اُخر ماقدمنا نقلہ ورأیتنی،کتبت علی ھامشہ،ماحاصلہ ان فیہ مثل ماقدمنا عن الزرقانی نفسہ ان النص یحمل علی حقیقتہ الشرعیۃ مھما امکن،وقد امکن، و اختصاص ھذہ الامۃ من بین الامم،لاینفی صدور الرکوع من الانبیاء علیھم الصّلاۃ والسلام،لاسیما بعد الوفاۃ؛ لاسیما بعد ماظھرت شریعۃ نبی الانبیاء صلی اللہ	کیونکہ یہ تقسیم کا فائدہ دیتا ہے اور یہ نہیں ہوسکتا کہ خشوع،قیام اور سجود کے بالمقابل ایک قسم ہو۔اس سے مسترد ہوگئی وہ بات جو علّامہ زرقانی نے یہاں ذکر کی ہے۔انہوں نے"کچھ قیام میں""کچھ رکوع میں"کی شرح کرتے ہُوئے کہا ہے"یعنی اس طرح خشوع کرنے والے جس طرح رکوع کرنے والا کرتا ہے"اب یہ اعتراض پیدا نہیں ہوگا کہ رکوع اس امت کی خصوصیات سے ہے......آخر تک،جیسا کہ ہم پہلے زرقانی سے نقل کرچکے ہیں۔اور مجھے یاد آرہا ہے کہ میں نے اس کے حاشیہ پر جو لکھا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ اس میں بھی وہی خامی ہے جو ہم زرقانی ہی سے نقل کرچکے ہیں کہ نص جہاں تک ہوسکے اپنی شرعی حقیقت پر حمل کی جائے گی،اور (یہاں شرعی حقیقت

49 تفسیر معالم التنزیل تفسیر سورہ آل عمران مطبوعہ مصطفی البابی مصر ا/۳۴۷
50 شرح الزرقانی علی المواہب المقصد الخامس فی المعراج والاسراء مطبوعہ مطبعۃ العامرۃ مصر ۶/۵۶
51 شرح الزرقانی علی المواہب المقصد الخامس فی المعراج والاسراء مطبوعہ مطبعۃ العامرۃ مصر ۶/۵۷

تعالٰی علیه وعلیهم وسلم ونسخت شرائعهم عن اٰخرها۔وقِرانه بقیام وسجود ادلُ دلیل علی ان المراد الرکوع الشرعی۔وکیف یحمل علی اللغوی وهو الخشوع،مع انه قسم بینهم القیام والرکوع والسجود،اَفَتَری قائمهم وساجدهم غیر خاشع؟اهما کتبت علیه۔

ثمّ اقول: الحدیث ان دلّ علی خلوصلاة بنی اسرائیل عن الرکوع،کان ادل علی خلوصلاة الامة الابرهیمیة عنه،فان ملتنا هذه هی الملة الابرهیمیة،مع ان الله تعالٰی یقول ۰۰۰اِ۰۰۰۰۰اِ۰۰۰ ۰ا۰۰۰۰الْعٰكِفِيْنَ ۰ا۰۰ا۰۰۰[52]

وقال تعالٰی ۰اِ۰بَوَّ۰۰۰بْرٰ۰۰نَ۰ا۰اَ۰لَّا۰۰۰بِیْ۰۰طَهِّرْ ۰۰۰ا۰۰ا۰۰۰ا۰۰۰۰[53]۔وادعاء ان المراد بالرکع الامة المحمدیة خاصة واضح البعد۔صلی الله تعالٰی علی الجیب واٰله وامته و

مراد لینا) ممکن ہے۔اور باقی امتوں میں سے اس امت کا رکوع کے ساتھ خاص ہونا،اس بات کے منافی نہیں ہے کہ انبیاء سے رکوع کا صدور ہوتا رہا ہے، خصوصًا ان انبیاء کے وصال کے بعد، خصوصًا نبی الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت ظاہر ہونے اور باقی انبیاء کی شریعتیں یکسر منسوخ ہونے کے بعد۔اور حدیث میں رکوع کا قیام اور سجود کے ساتھ مذکور ہونا،واضح دلیل ہے کہ یہاں شرعی رکوع مراد ہے۔لغوی رکوع یعنی خشوع مراد ہو بھی کیسے ہوسکتا ہے جبکہ انبیاء کیلئے تین ۳ قسم کی عبادات مذکور ہیں یعنی قیام،رکوع اور سجود۔کیا تمہارے خیال میں جو انبیاء قائم یا ساجد تھے وہ خشوع کرنے والے نہیں تھے؟ میں نے جو کچھ حاشیہ میں لکھا تھا وہ ختم ہوا۔(ت)

پھر **میں کہتا ہوں** کہ (حضرت علی والی) حدیث اگر اس پر دال ہے کہ بنی اسرائیل کی نمازیں رکوع سے خالی تھیں تو ملتِ ابراہیمیہ کی نمازوں کے رکوع سے خالی ہونے پر بطریقِ اولٰی دال ہوگی کیونکہ ہماری ملّت تو ملتِ ابراہیمی ہی ہے باوجودیکہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے: "اور عہد کیا ہم نے ابراہیم واسمٰعیل کی طرف کہ میرے گھر کو طواف کرنے والوں کے لئے،اعتکاف کرنے والوں کے لئے اور رکوع و سجود کرنے والوں کیلئے پاک رکھو"۔اور اللہ تعالٰی فرماتا ہے "اور جب ٹھکانا بنادیا ہم نے ابراہیم کے لئے بیت اللہ کی جگہ کو کہ نہ شریک ٹھہراؤ میرے ساتھ کسی کو اور میرے گھر کو پاک رکھو طواف کرنے والوں کے لئے،

[52] القرآن سورہ البقرۃ ۲ آیت ۱۲۵

[53] القرآن سورہ الحج ۲۲ آیت ۲۶

بارك وسلّم۔	قیام کرنے والوں کیلئے اور رکوع و سجود کرنے والوں کیلئے۔اور یہ دعوی کرنا کہ رکوع کرنے والوں سے مراد صرف امتِ محمدیہ ہے واضح طور پر بعید ہے صلی اللہ علی الحبیب وآلہٖ وامتہٖ وبارک وسلم۔(ت)

بالجملہ مدار کار صحت حدیث مذکور طبرانی وبزار پر ہے اگر وہ صحیح ہے تو ثابت ہوگا کہ معراج شریف سے پہلے کی نمازیں بلکہ ایک نماز بعد کی بھی بے رکوع تھی ورنہ ظاہر احادیث یہی ہے کہ نماز سابق ولاحق باہم یکساں ومتوافق ہیں۔

هذا کله ماظهر لی،والعلم بالحق عندربی،والله سبحٰنه وتعالٰی اعلم،وعلمه جل مجده اتم واحکم۔	یہ سب کچھ میرے لیے ظاہر ہوا ہے اور حق کا علم میرے رب کو ہے،اللہ سبحٰنہ وتعالٰی بہتر علم رکھنے والا ہے اور اسی کا علم زیادہ تام اور محکم ہے۔(ت)

مسئلہ (۲۵۱) اس بنارس محلّہ کنڈاپورہ۔مرسلہ مولوی حاجی محمد رضا علی صاحب ماہِ رمضان ۱۳۰۸ھ

سوال:

خلاصہ فتوائے مولوی صاحب موصوف کہ بطلب تصدیق نزد فقیر فرستادند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایک اشتہار جو چھاپا گیا ہے اُس میں لکھا ہے کہ شیخ عبداللہ نامی بماہ ربیع الاول ۱۳۰۷ھ شبِ جمعہ روضہ مبارک رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر بیٹھے تھے اُن کو پیغمبرِ خدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اونگھ میں باتیں کیں جب آنکھ کھلی سب مضمون اشتہار کاغذ پر لکھا قبر شریف پر دھرا تھااور بہت باتیں اُس میں مکتوب میں درباب اس اشتہار کے کیاارشاد ہے۔بینوا ایها العلماء رحمکم الله۔

الجواب وھو العلیم:

کہتا ہے فقیر محمد رضا علی البنارسی الحنفی اُس میں جو علامات قیامت لکھے ہیں بے شک علامات صغرٰی سب اس زمانہ میں موجود ہیں اور اسلام میں ضعف خصوصًا ہندوستان میں اللہ تعالٰی سب مسلمانوں کو اور فقیر کو توبہ نصیب کرے مگر اشتہار میں جو لکھا ہے کہ شیخ عبداللہ سے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے خواب یا اونگھ

میں فرمایا علماء کتب معتبرہ میں لکھتے ہیں اگر کوئی کہے ہم سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خواب میں ایسا فرمایا اگر قائل فاسق ہے تو بلاشک کاذب ہے اور متقی ہے تو دیکھیں گے کہ یہ حکم جو یہ شخص پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف نسبت کرتا ہے اگر برابر ہے قرآن وحدیث اور نصوص قطعیہ شرعیہ اور فقہ کے تو یہ قول بھی واجب الاذعان اور واجب الاتباع ہے اور اگر مخالف ہے ہر گز معتبر اور واجب الاتباع نہیں کیونکہ جو کلمہ پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیداری میں صحابہ کرام سے فرمایا اور متواتر منقول ہے اُسی کا اعتبار کریں گے مخالف کو اَضغاث احلام شمار کریں گے ورنہ تعارض آپ کے کلام میں لازم آئے گا۔

کذا ذکرہ الملا علی قاری فی المقدمۃ السالمۃ فی خوف الخاتمۃ وفی الحرز الثمین والعارف بن ابی جمرۃ الاندلسی المالکی فی بھجۃ النفوس شرح مختصر صحیح البخاری والشھاب احمد الخفاجی الحنفی فی نسیم الریاض وغیرھم فی کتبھم۔	اسی طرح ذکر کیا ہے ملّا علی قاری نے "المقدمۃ السالمۃ فی خوف الخاتمہ" اور "الحرز الثمین" میں۔ اور عارف ابن ابی جمرہ اندلسی نے "بھجۃ النفوس" میں جو کہ مختصر صحیح بخاری کی شرح ہے اور شہاب احمد خفاجی حنفی نے "نسیم الریاض" میں، اور دیگر علماء نے اپنی اپنی کتابوں میں۔ (ت)

اور بھی فرمایا اللہ تعالیٰ نے اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ[54]۔ (آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا ہے)

کلامِ الٰہی اور کلام رسالت پناہی بعد اکمال کے اب منسوخ نہیں ہو سکتا الغرض کذب اس اشتہار کا کئی طور سے معلوم ہوتا ہے **واللہ العلیم الخبیر** (اور اللہ علم اور خبر والا ہے) اُس میں لکھا ہے تارک الصلاۃ پر نمازِ جنازہ نہ پڑھیں، غسل نہ دیں، قبرستانِ اہلِ اسلام میں نہ دفن کریں، اُس کے ساتھ کھانا نہ کھائیں، عیادت نہ کریں۔ یہ سب مسائل خلافِ قرآن اور حدیث اور فقہ کے ہیں، خلاف اہلِ سنّت کے ہیں، خوارج سے ملتے ہوئے ہیں، ہمارے مذہب اہل سنّت میں ترک نماز گناہِ کبیرہ ہے اور ترک فرض اور ارتکابِ کبیرہ سے آدمی کافر نہیں ہو سکتا، ہاں کبیرہ کو کبیرہ نہ جانے تو بلاشک کافر ہے، منکر نصوصِ قطعیہ کا بلاشک کافر ہے، اور کلمہ گو کو غسل نہ دینا، نمازِ جنازہ نہ پڑھنا، مقابرِ اہلِ اسلام میں دفن نہ کرنا نہایت مذموم اور بڑے فساد اور بڑی اہانت کی بات ہے۔ اور تارک الصلاۃ کے کفر واسلام کا بحث درمیان ائمہ اربعہ کے معلوم ہے ہمارے امام اعظم تارک الصلاۃ کو کافر نہیں کہتے فاسق کہتے ہیں اور اس کو ادلہ شرعیہ سے ثابت کرتے ہیں اور مراد کُفر سے تعذیب مثل کفار کے ہے۔

کذا فی شرح الفقہ الاکبر[55] لملاّ علی قاری	ملّا علی قاری کی شرح فقہ اکبر میں،

[54] القرآن سورۃ المائدۃ ۵ آیت ۳
[55] شرح الفقہ الاکبر لملاّ علی قاری المعاصی تضر مرتکبہا الخ مصطفیٰ البابی مصر ص ۷۷

ومیزان الشعرانی ورحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمۃ وشرح الشیخ عبدالحق للمشکٰوۃ وغیرھا من الکتب المعتبرات۔	امام شعرانی کی میزان میں، رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمہ میں، شیخ عبدالحق کی شرح مشکٰوۃ میں اور دوسری معتبر کتابوں میں اسی طرح مذکور ہے۔ (ت)

اور نماز جنازہ تارک الصلاۃ پر چاہیے۔قال اللہ تعالٰی: ۔۔۔۔آ۔۔۔۔آ۔۔[56] (اور نہ نماز پڑھئے ان میں سے کسی ایک پر جو مر جائے، کبھی بھی۔) اس آیت میں منع صلاۃ اُوپر کافر کے ہے نہ مومن کے اور تارک الصلوٰہ کو قبرستان مسلمانوں میں دفن کرنا چاہئے کذافی شرح المشکٰوۃ لعبد الحق الدھلوی وتکمیل الایمان (عبدالحق دہلوی کی شرح مشکٰوۃ میں اور تکمیل الایمان میں اسی طرح ہے) اور تارک الصلاۃ نجس نہیں اُس کے ساتھ بیٹھ کر دوسرے برتن میں کھانے میں کیا قباحت ہے،اور عیادت تارک الصلاۃ کی کیسے ممنوع ہوگی جبکہ ہمارے پیغمبر خدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے عیادت یہود کی کی ہے خصوصًا واسطے تالیف قلوب کے بلاشک جائز ہے کذافی الحدیث وتحقیق ھذہ المسئلۃ فی المشکٰوۃ[57] والصحاح الستۃ وشروحھا (حدیث میں اسی طرح ہے،اور اس مسئلے کی تحقیق صحاح ستّہ اور ان کی شروح میں ہے) بالجملہ نزدیک فقیر کے کل وصیت نامہ پر لوگ عمل کریں اور اللہ سے ڈریں مگر جو مسائل مخالف فقہ اور نصوص قطعیہ کے ہیں اُس پر ہرگز عمل نہ کریں ورنہ ثواب کے عوض میں عذاب ہاتھ آوے گا،

ربنا افتح بیننا وبین قومنا بالحق وانت خیر الفاتحین اھدنا الصراط المستقیم الٰی اٰخر السورۃ۔۲۰ شعبان ۱۳۰۸ھ	اے ہمارے رب! ہمارے درمیان اور ہماری قوم کے درمیان حق کا فیصلہ فرمادے۔تُو بہترین فیصلہ فرمانے والا ہے،ہدایت دے ہمیں سیدھے راستے کی۔آخر سورۃ تک۔

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قال الفقیر عبد المصطفی احمد رضا المحمدی السنی الحنفی القادری البرکاتی البریلوی غفر اللہ تعالٰی لہ ولاسلافہ وبارك فیہ	کہتا ہے فقیر عبدالمصطفٰی احمد رضا محمدی، سُنّی، حنفی، قادری، بریلوی،اللہ تعالٰی اس کو اور اس کے اسلاف کو بخشے اور اس کو اور اس کے

[56] القرآن سورہ التوبہ ۹ آیت ۸۴

[57] مشکٰوۃ المصابیح باب عیادۃ المریض الفصل الاول مطبوعہ مجتبائی دہلی ص ۱۳۴

وفی اخلافه۔اٰمین!	اخلاف کو برکت عطافرمائے۔آمین!

حضور پُر نور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی زیارت سے خواب میں مشرف ہونا اگرچہ بلاشبہہ حق ہوتا ہے یہ خواب کبھی اضغاث احلام سے نہیں ہوتی۔ حضور پُر نور صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہ فرماتے ہیں:

من رأنی فی المنام فقد رأنی فان الشیطان لایتمثل بی [58]۔رواہ احمد والبخاری والترمذی عن انس بن مالك رضی الله تعالٰی عنه۔	جس نے مجھے خواب میں دیکھا اُس نے مجھی کو دیکھا کہ شیطان میری مثال بن کر نہیں آسکتا۔(م)اس کو احمد، بخاری اور ترمذی نے انس ابن مالک سے روایت کیا ہے۔(ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم:

من رأنی فقدرأی الحق فان الشیطان لایتریأبی [59]۔رواہ احمد والشیخان عن ابی قتادۃ رضی الله تعالٰی عنه والاحادیث فی هذا المعنی متواترۃ۔	جس نے مجھے دیکھا اُس نے حق دیکھا کہ شیطان میری وضع نہ بنائے گا۔(م)اس کو احمد اور بخاری ومسلم نے ابوقتادہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے،اور اس مفہوم کی احادیث متواتر ہیں۔(ت)

مگر ازانجا کہ حالتِ خواب میں ہوش وحواس عالم بیداری کی طرح ضبط وتیقظ پر نہیں ہوتے، لہٰذا خواب میں جو ارشاد سُنے مثل سماع بیداری مورث یقین نہیں ہوتا اس کا ضابطہ یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے جوارشادات بیداری میں ثابت ہوچکے اُن پر عرض کریں اگر اُن سے مخالف نہیں فبھا سواء وجد مطابقۃالصریح اولا (خواہ صراحۃً مطابقت ہو یا نہ۔ت) ایسی حالت میں اس کا ارشاد ماننا چاہئے اور مخالف ہے تو یقین کریں گے کہ صاحبِ خواب کے سُننے میں فرق ہوا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حق فرمایا اور بوجہ تکدر حواس کہ اثرِ خواب ہے اُس کے سُننے میں غلط آیا جیسے ایک شخص نے خواب دیکھا کہ حضور پُر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اُسے میکشی کا حکم دیتے ہیں۔امام جعفر صادق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا حضور نے میکشی سے نہی فرمائی تیرے سُننے میں اُلٹی آئی،اس امر میں فاسق ومتقی برابر ہیں،نہ متقی کا سماع واجب الصحۃ

[58] جامع الترمذی باب ماجاء فی قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم من رأنی فی المنام الخ مطبوعہ مجتبائی لاہور ۵۲/۲

[59] صحیح البخاری باب من رای النبی فی المنام، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۰۳۶/۲

نہ فاسق کا بیان یقینی الکذب بلکہ ضابطہ مطلقًا یہی ہے جو مذکور ہوا پھر کافہ اہلسنت وجماعت کا اجماع قطعی ہے کہ مرتکبِ کبیرہ کافر نہیں۔

قال اللہ عزوجل ۰اِ۰۰۰مِنَ ا۰۰۰۰ا [60]۔ وقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وان زنی وان سرق علی رغم انف ابی ذر [61]۔ وقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم شفاعتی لاھل الکبائر من امتی [62]۔	اللہ تعالٰی نے فرمایا ہے "اور اگر مؤمنوں کی دو ۲ جماعتیں لڑ پڑیں"۔(ت) اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا ہے "اگرچہ زنا کرے، اگرچہ چوری کرے، خواہ ابوذر کی ناک خاک آلُود ہوجائے"۔(ت) اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: "میری شفاعت میری امت کے ان لوگوں کے لئے ہے جو کبیرہ گناہوں کے مرتکب ہوں"۔(ت)

بلکہ مذہبِ معتمد ومحقق میں استحلال بھی علی الاطلاق کفر نہیں جب تک زنا یا شربِ خمر یا ترک صلاۃ کی طرح اس کی حرمت ضروریاتِ دین سے نہ ہو غرض ضروریات کے سوا کسی شے کا انکار کفر نہیں اگرچہ ثابت بالقواطع ہو کہ عندالتحقیق آدمی کو اسلام سے خارج نہیں کرتا مگر انکار اُس کا جس کی تصدیق نے اُسے دائرہ اسلام میں داخل کیا تھا اور وہ نہیں مگر ضروریاتِ دین **کماحققہ العلماء المحققون من الائمۃ المتکلمین** (جیساکہ ائمہ متکلمین کے محقق علماء نے تحقیق کی ہے۔ت) ولہٰذا خلافت خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین کا منکر مذہب تحقیق میں کافر نہیں حالانکہ اُس کی حقانیت بالیقین قطعیات سے ثابت **وقد فصل القول فی ذلك سیدنا العلامۃ الوالد رضی اللہ تعالٰی عنہ فی بعض فتاوٰہ** (اس موضوع پر سیدنا علامہ والد ماجد رضی اللہ عنہ نے اپنے بعض فتاوٰی میں مفصل گفتگو کی ہے۔ت) بالجملہ اس قدر پر تو اجماعِ اہلِ سنّت ہے کہ ارتکابِ کبیرہ کفر نہیں باینہمہ تارک الصلاۃ کا کفر واسلام سے ہمارے ائمہ کرام میں مختلف فیہ **اقول: وباللہ التوفیق** (میں اللہ تعالٰی کی توفیق سے کہتا ہوں۔ت) اگرچہ کفر تکذیب النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی بعض ماجاء بہ من عندربہ جل وعلا کا نام ہے اور تکذیب صفت قلب مگر جس طرح

---

[60] القرآن سورۃ الحجرات ۴۹ آیت ۹

[61] مشکوٰۃ المصابیح کتاب الایمان الفصل الاول مطبوعہ مجطبائی دہلی ص ۱۴

[62] مسند احمد بن حنبل از مسند انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۲۱۳/۳

اقوال مکفرہ اس تکذیب پر علامت ہوتے اور اُن کی بناپر حکمِ کفر دیا جاتا ہے یوں ہی بعض افعال بھی اُس کی امارت اور حکم تکفیر کے باعث ہوتے ہیں۔

کالقاء المصحف فی القاذورات والسجود للصنم وقتل النبی والزنا بحضرته وکشف العورة عند الاذان وقراءة القراٰن علی جهة الاستخفاف وکل مادل علی الاستهزاء بالشرع اوالازدراء به۔	جیسا کہ قرآن کریم کو گندگی میں پھینکنا، بُت کے لئے سجدہ کرنا، نبی کو قتل کرنا، اس کے رُوبرو زنا کرنا، اذان سُن کر شرمگاہ کو ننگا کرنا، قرآن کو تحقیر کے انداز میں پڑھنا، اس کے علاوہ ہر وہ عمل جو شریعت کے ساتھ استہزاء واہانت پر دلالت کرے۔ (ت)

یہ حکم اُس اجماع کا منافی نہیں ہوسکتا کہ نفس فعل من حیث ہو مبنائے تکفیر نہیں بلکہ **من حیث کونه علما علی الجحود الباطنی والتکذیب القلبی، والعیاذ بالله تعالٰی منه** (اس لحاظ سے کہ یہ باطنی انکار اور قلبی تکذیب کی علامت ہے **والعیاذ بالله**۔ ت)
صدر اول میں ترک نماز بمعنے کف بھی کہ حقیقۃً فعل من الافعال ہے اسی قبیل سے گنا جاتا۔ ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

کان اصحاب رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم لایرون شیئا من الاعمال ترکه کفرًا غیر الصّلاة[63]۔ رواه الترمذی والحاکم وقال صحیح علی شرطهما وروی الترمذی عن عبدالله بن شقیق العضلی مثله۔	اصحابِ مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نماز کے سوا کسی عمل کے ترک کو کفر نہ جانتے۔ (م) اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور حاکم نے بھی، اور کہا ہے کہ یہ بخاری ومسلم کی شروط کے مطابق ہے، اور ترمذی نے عبداللہ ابن شقیق عضلی سے بھی ایسی ہی روایت کی ہے۔ (ت)

ولہذا بہت صحابہ وتابعین رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین تارک الصلاۃ کو کافر کہتے سید نا امیر المومنین علی مرتضٰی مشکل کشا کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم فرماتے ہیں: **من لم یصل فهو کافر**[64] (جو نماز نہ پڑھے وہ کافر ہے۔ م) رواہ ابن ابی شیبۃ والبخاری فی التاریخ۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما فرماتے ہیں: **من ترك الصلاة فقد کفر**[65] (جس نے نماز چھوڑی

[63] مشکوٰۃ المصابیح کتاب الصلاۃ الفصل الثالث مطبوعہ مجتبائی دہلی ص ۵۹
[64] الترغیب والترہیب من ترک الصلاۃ لعمد مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ۱/۳۸۵
[65] الترغیب والترہیب من ترک الصلاۃ لعمد مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ۱/۳۸۶

وہ بیشک کافر ہوگیا۔م) رواہ محمد بن نصر المروزی و ابو عمر بن عبدالبر۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں: من ترك الصلاۃ فلا دین له [66] (جس نے نماز ترک کی وہ بے دین ہے۔م) رواہ المروزی۔ جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما فرماتے ہیں: من لم یصل فھو کافر [67] (بے نماز کافر ہے۔م) رواہ ابو عمر۔ ابو درداء رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں: لا ایمان لمن لاصلاۃ له [68] (بے نماز کیلئے ایمان نہیں۔م) رواہ ابن عبدالبر۔ ایضاً امام اسحٰق فرماتے ہیں:

صح عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم ان تارك الصلاۃ کافر وکذلك کان رأی اھل العلم من لدن النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم ان تارك الصلاۃ عمدا من غیر عذر حتی یذھب وقتھا کافر [69]۔	سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے بصحت ثابت ہُوا کہ حضور نے تارک الصلاۃ کو کافر فرمایا اور زمانہ اقدس سے علما کی یہی رائے ہے کہ جو شخص قصداً بے عذر نماز ترک کرے یہاں تک کہ وقت نکل جائے وہ کافر ہے۔(م)

اسی طرح امام ابوایوب سختیانی سے مروی ہوا کہ ترك الصلاۃ کفر لایختلف فیه [70] (ترک نماز بے خلاف کفر ہے۔م) ابن حزم کہتا ہے:

قدجاء عن عمر و عبدالرحمٰن بن عوف ومعاذ بن جبل وابی ھریرۃ وغیرھم من الصحابة رضی اللہ تعالٰی عنھم ان من ترك صلاۃ فرض	امیر المومنین عمر فاروق اعظم وحضرت عبدالرحمٰن بن عوف احد العشرۃ المبشرہ وحضرت معاذ بن جبل امام العلماء وحضرت ابوہریرہ حافظ الصحابہ وغیرہم اصحاب سید المرسلین

[66] الترغیب والترہیب من ترک الصلوٰۃ لعمد مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ۱/۳۸۵
[67] الترغیب والترہیب من ترک الصلوٰۃ لعمد مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ۱/۳۸۵
[68] الترغیب والترہیب من ترک الصلوٰۃ لعمد مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ۱/۳۸۶
[69] الترغیب والترہیب من ترک الصلوٰۃ لعمد مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ۱/۳۸۶
[70] الترغیب والترہیب من ترک الصلوٰۃ لعمد مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ۱/۳۸۶

واحد متعمدا حتی یخرج وقتها فهو کافر مرتد، ولایعلم لهؤلاء مخالف [71]۔	صلی اللہ تعالٰی علیہ و علیہم اجمعین سے وارد ہوا کہ جو شخص ایک نماز فرض قصداً چھوڑ دے یہاں تک کہ اس کا وقت نکل جائے وہ کافر مرتد ہے۔ابنِ حزم کہتا ہے اس حکم میں ان صحابہ کا خلاف کسی صحابی سے معلوم نہیں۔م) انتہی۔

اور یہی مذہب حکم بن عتیبہ وابوداؤد طیالسی وابوبکر بن ابی شیبہ وزہیر بن حرب اور ائمہ اربعہ سے حضرت سیف السنۃ امام احمد بن حنبل اور ہمارے ائمہ حنفیّہ سے امام عبداللہ بن مبارک تلمیذ حضرت امام اعظم اور ہمارے امام کے استاذ الاستاذ امام ابراہیم نخعی وغیرہم ائمہ دین رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین کا ہے۔

ذکر کل ذلك الامام الحافظ زکی الدین عبد العظیم المنذری رحمۃ اللہ تعالٰی علیه۔	یہ سب امام حافظ زکی الدین عبدالعظیم منذری رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے ذکر کیا ہے۔(ت)

اور اسی کو جمہور ائمہ حنبلیہ نے مختار و مرجح رکھا، امام ابن امیر الحاج حلیہ میں فرماتے ہیں:

عند احمد فی الروایة المکفرة انه یقتل کفرا، وهی المختارة عند جمهور اصحابه، علی ماذکره ابن هبیرة [72]۔	امام احمد اپنی تکفیر والی روایت کے مطابق اس بات کے قائل ہیں کہ اس کو کفر کی وجہ سے قتل کیا جائے گا۔یہی روایت ان کے اکثر اصحاب کے نزدیک مختار ہے، جیسا کہ ابن ہبیرہ نے بیان کیا ہے۔(ت)

اور بیشک بہت ظواہر نصوص شرعیہ آیات قرآنیہ واحادیث نبویہ علٰی صاحبہا افضل الصلٰوۃ والتحیۃ اس مذہب کی مؤید،

کمافصل جملة منها خاتمة المحققین سیدنا الوالد قدس سره الماجد فی الکتاب المستطاب، الکلام الاوضح فی تفسیرا لم نشرح، وفی سرور القلوب فی ذکر المحبوب، وفی جواهر البیان فی اسرار الارکان وغیرها من تصانیفه النقیة العلیة الرفیعة الشان، اعلی اللہ تعالٰی درجاته فی غرفات الجنان، اٰمین!	جیسا کہ ان میں سے کچھ کو تفصیل سے بیان کیا ہے، خاتم المحققین سیدنا والد ماجد نے اپنی عمدہ کتاب الکلام الاوضح فی تفسیر الم نشرح میں، اور اسرار القلوب فی ذکر المحبوب میں، اور جواھر البیان فی اسرار الارکان میں اور اپنی دیگر ستھری، بلند مرتبہ وعالی شان کتابوں میں۔اللہ تعالٰی جنت کے بالا خانوں میں ان کے درجے بلند فرمائے، آمین!

[71] الترغیب والترہیب من ترک الصلٰوۃ لعمد مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۳۹۳
[72] حلیۃ المحلی

بالجملہ اس قول کو مذاہب اہلسنت سے کسی طرح خارج نہیں کہہ سکتے بلکہ وہ ایک جمِ غفیر قدمائے اہلسنت صحابہ وتابعین رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین کا مذہب ہے اور بلاشبہہ وہ اُس وقت وحالت کے لحاظ سے ایک بڑا قوی مذہب تھا صدر اول کے بعد جب اسلام میں ضعف آیا اور بعض عوام کے قلب میں سُستی وکسل نے جگہ پائی، نماز میں کامل چُستی ومستعدی کہ صدر اول میں مطلقاً ہر مسلمان کا شعار دائم تھی اب بعض لوگوں سے چھُوٹ چلی وہ امارت مطلقہ وعلامت فارقہ ہونے کی حالت نہ رہی لہٰذا جمہور ائمہ نے اُسی اصل اجماعی مؤید بدلائل قاہرہ آیات متکاثرہ واحادیث متواترہ پر عمل واجب جانا کہ مرتکبِ کبیرہ کافر نہیں یہی مذہب ہمارے ائمہ حنفیّہ وائمہ شافعیہ وائمہ مالکیہ اور ایک جماعت ائمہ حنبلیہ وغیرہم جماہیر علمائے دین وائمہ معتمدین رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم اجمعین کا ہے کہ اگرچہ تارک نماز کو سخت فاجر جانتے ہیں مگر دائرہ اسلام سے خارج نہیں کہتے اور یہی ایک روایت حضرت امام احمد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے ہے اس کی رُو سے یہ مذہب مہذب حضرات ائمہ اربعہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کا مجمع علیہ ہے، حلیہ میں فرمایا:

ذھب الجمھور، منھم اصحابنا ومالك والشافعی واحمد فی روایۃ، الی انہ لایکفر۔ ثم اختلفوا فی انہ ھل یقتل بھذا الترک؟ فقال الائمۃ الثلاثۃ، نعم، ثم ھل یکون حدًا اوکفرًا؟ فالمشھور من مذھب مالک، وبہ قال الشافعی، انہ حد۔ وکذا عند احمد فی ھٰذہ الروایۃ الموافقۃ للجمھور فی عدم الکفر[73]۔	جمہور، جن میں ہمارے علماء بھی شامل ہیں اور مالک وشافعی اور ایک روایت کے مطابق احمد بھی، کی رائے یہ ہے کہ اس کو کافر نہیں کہا جائیگا۔ پھر ان میں اختلاف ہے کہ نماز چھوڑنے کی وجہ سے اس کو قتل کیا جائے گا یا نہیں؟ تو تین اماموں نے کہا ہے کہ ہاں (قتل کیا جائے گا) پھر یہ قتل بطور حد ہوگا یا کفر کی وجہ سے؟ تو مالک کا مشہور مذہب یہ ہے کہ بطور حد ہوگا۔ شافعی بھی اسی کے قائل ہیں اور احمد بھی، اپنی اس روایت کے مطابق جو جمہور کے موافق ہے، یعنی عدمِ کفر والی روایت۔ (ت)

اور اس طرف بحمد اللہ نصوص شرعیہ سے وہ دلائل ہیں جن میں اصلاً تاویل کو گنجائش نہیں بخلاف دلائل مذہب اول کہ اپنے نظائر کثیرہ کی طرح استحلال واستخفاف وجحود وکفران وفعل مثل فعل کفار وغیرہا تاویلات کو اچھی طرح جگہ دے رہے ہیں یعنی فرضیتِ نماز کا انکار کرے یا اُسے ہلکا اور بے قدر جانے یا اُس کا ترک

---

[73] حلیۃ المحلی

حلال سمجھے توکافر ہے یا یہ کہ ترک نماز سخت کفرانِ نعمت وناشکری ہے۔

کماقال سیدنا سلیمٰن علیہ الصلاۃ والسلام ﴿لِیَبْلُوَنِیۡۤ ءَاَشْکُرُ اَمْ اَکْفُرُ﴾[74]۔	جیسا کہ سیدنا سلیمٰن علیہ السلام نے فرمایا "تاکہ مجھے آزمائے کہ میں شکر گزار بنتا ہوں یا ناشکرا"

یا یہ کہ اُس نے کافروں کاسا کام کیا،

الی غیر ذلك مما عرف فی موضعه۔ ومن الجادۃ المعروفة ردالمحتمل الی المحکم، لاعکسه، کمالایخفی، فیجب القول بالاسلام۔	اس کے علاوہ اور بھی توجیہات ہیں جن کی تفصیل ان کے مقام پر ملے گی، اور معروف راستہ یہی ہے کہ محتمل کو محکم کی طرف لوٹایا جائے، نہ کہ اس کا اُلٹ، جیسا کہ ظاہر ہے، اس لئے اسلام کا ہی قول کرنا پڑے گا۔ (ت)

ادھر کے بعض دلائل حلیہ وغیرہا میں ذکر فرمائے از انجملہ حدیث عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالٰی عنہ کو حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: **خمس صلوات کتبهن اللہ علی العباد** (پانچ نمازیں خدا نے بندوں پر فرض کیں) الٰی قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم **من لم یأت بهن فلیس له عنداللہ عهد ان شاء عذبه وان شاء ادخله الجنة**[75] (جو انہیں نہ پڑھے اس کے لئے خدا کے پاس کوئی عہد نہیں اگر چاہے تو اُسے عذاب فرمائے اور چاہے تو جنت میں داخل کرے) رواہ الامام مالك وابوداؤد والنسائی وابن حبان فی صحیحه (اسے امام مالک، ابوداؤد، نسائی اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کیا۔ت) یہ حدیث اُس کے اسلام پر نص قاطع ہے کہ اگر معاذاللہ کافر ہوتا تو اس کے کہنے کا کوئی موقع نہ تھا۔ دوسری حدیث میں ہے حضور اکرم سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الدواوین ثلثة، فدیوان لایغفراللہ منه شیأ، ودیوان لایعبؤ اللہ به شیأ، ودیوان لایترك اللہ منه شیأ، فاما الدیوان الذی لایغفراللہ منه شیئا فالاشراك باللہ، واما الدیوان الذی لایعبؤ اللہ به	دفتر تین ۳ ہیں، ایک دفتر میں سے اللہ تعالٰی کچھ نہ بخشے گا اور ایک دفتر کی اللہ عزوجل کو کچھ پرواہ نہیں اور ایک دفتر میں سے اللہ تبارک وتعالٰی کچھ نہ چھوڑے گا، وہ دفتر جس میں سے اللہ عزوجل کچھ نہ بخشے گا دفتر کفر ہے اور وہ جس کی اللہ سبحٰنہ وتعالٰی کو کچھ پرواہ نہیں

[74] القرآن، سورہ النمل ۲۷، آیت ۴۰

[75] سنن النسائی باب المحافظۃ علی الصلوات الخمس نور محمد کارخانہ تجارت کراچی ۱/۸۰

شیئافظلم العبد نفسه فیما بینه وبین ربه، من صوم یوم ترکه اوصلاۃ ترکھا، فان الله تعالٰی یغفر ذلك ان شاء متجاوز، واما الدیوان الذی لایترك الله منه شیئافمظالم العباد، بینهم القصاص لامحالة[76]۔ رواہ الامام احمد والحاکم عن اُم المؤمنین الصدیقة رضی الله تعالٰی عنھا۔	وہ بندے کا اپنی جان پر ظلم کرنا ہے اپنے اور اپنے رب کے معاملہ میں مثلاً کسی دن کا روزہ ترک کیا یا کوئی نماز چھوڑ دی کہ اللہ تعالٰی چاہے تو اُسے معاف کردے گا اور درگزر فرمائے گا، اور وہ دفتر جس میں سے کچھ نہ چھوڑے گا وہ حقوق العباد ہیں اُس کا حکم یہ ہے ضرور بدلہ ہونا ہے۔ (م) اسے امام احمد اور حاکم نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا (ت)

بالجملہ وہ فاسق ہے اور سخت فاسق مگر کافر نہیں وہ شرعاً سخت سزاؤں کا مستحق ہے ائمہ ثلٰثہ مالک وشافعی واحمد رضی اللہ تعالٰی عنہم فرماتے ہیں اُسے قتل کیا جائے۔ ہمارے ائمہ رضوان اللہ تعالٰی علیہم کے نزدیک فاسق فاجر مرتکب کبیرہ ہے اُسے دائم الحبس کریں یہاں تک کہ توبہ کرے یا قید میں مرجائے امام محبوبی وغیرہ مشائخ حنفیّہ فرماتے ہیں کہ اتنا ماریں کہ خُون بہادیں پھر قید کریں یہ تعزیرات یہاں جاری نہیں لہٰذا اُس کے ساتھ کھانا پینا میل جول سلام کلام وغیرہ معاملات ہی ترک کریں کہ یونہی زجر ہو اسی طرح بنظر زجر ترک عیادت میں مضائقہ نہیں یہودی کی عیادت فرمانی بنظرِ تالیف وہدایت تھی یہاں اس کی عیادت نہ کرنی بنظر زجر ہے، دونوں مقاصد شرعیہ ہیں۔ رہی نماز جنازہ وہ اگرچہ ہر مسلمان غیر ساعی فی الارض بالفساد کے لئے فرض ہے۔

وھذا منه، کقاتل نفسه، بل اولی فان قتل نفسه اشد من قتل مؤمن غیرہ، وقتل المؤمن اکبر عندالله من ترك الصلاۃ۔ وقدقال فی الدر: من قتل نفسه، ولوعمدا، یغسل ویصلی علیه، به یفتی، وان کان اعظم وزرًا من قاتل غیرہ[77]، قال فی	اور یہ انہی میں سے ہے جس طرح خودکشی کرنے والا۔ بلکہ بطریقِ اولٰی، کیونکہ خودکشی کرنا دوسرے مومن کو قتل کرنے سے زیادہ شدید جرم ہے اور مومن کو قتل کرنا نماز چھوڑنے سے بڑا گناہ ہے۔ اور درمختار میں کہا ہے کہ جو اپنے آپ کو قتل کردے، خواہ جان بوجھ کر ہی، اس کو غسل دیا جائے گا اور نماز پڑھی جائے گی،

[76] مسند احمد بن حنبل عن عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا مطبوعہ دارالفکر بیروت ۶/۲۴۰

[77] درمختار باب صلٰوۃ الجنازہ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۱۲۲

ردالمحتار: به یفتی: لانه فاسق غیر ساعٍ فی الارض بالفساد، وان کان باغیا علی نفسه، کسائر فساق المسلمین۔زیلعی[78]۔	اسی پر فتوٰی ہے،اگرچہ اس کاگناہ دوسرے کو قتل کرنے والے سے بڑا ہے۔شامی میں ہے کہ اسی پر فتوٰی ہے کیونکہ یہ فاسق تو ہے مگر زمین میں فساد پھیلانے والا نہیں،اگرچہ اپنے نفس پر ظلم کرنے والا ہے،جس طرح باقی فاسق مسلمان۔زیلعی۔(ت)

مگر فرضِ عین نہیں فرض کفایہ ہے پس اگر علما وفضلا باقتدائے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی المدیون وفی قاتل فسہ بغرض زجر وتنبیہ نماز جنازہ بے نماز سے خود جُدا رہیں کوئی حرج نہیں،ہاں یہ نہیں ہوسکتا کہ اصلاً کوئی نہ پڑھے یوں سب آثم وگنہگار رہیں گے،مسلمان اگرچہ فاسق ہو اُس کے جنازہ کی نماز فرض ہے **الامن استثنی ولیس ھذا منھم** (مگر جو مستثنٰی ہیں،اور یہ ان میں سے نہیں ہے۔ت) نماز پڑھنا اس پر فرض تھا اور جنازہ کی نماز ہم پر فرض ہے اگر اُس نے اپنا فرض ترک کیا ہم اپنا فرض کیونکر چھوڑ سکتے ہیں

ھی فرض علٰی کل مسلم مات،خلا اربعة، بغاة، وقطاع طریق اذاقتلوا فی الحرب،ومکابر فی مصر لیلا،وخناق خنق غیر مرة[79]۔	نماز جنازہ ہر مسلمان کی فرض ہے،جبکہ وہ مرجائے۔سوائے چار آدمیوں کے،باغی،ڈاکو جبکہ لڑائی میں مارے جائیں،رات کو شہر میں غنڈہ گردی کرنیوالا اور گلا گھونٹنے والا جس نے کئی مرتبہ یہ کارروائی کی ہو۔(ت)

اسی طرح غسل دینا،مقابرِ مسلمین میں دفن کرنا اماتنا اللہ تعالٰی علی الاسلام الصادق،انه رؤف رحیم،اٰمین۔وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا ومولٰنا محمد واٰله وصحبه اجمعین۔اٰمین۔واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[78] درمختار باب صلوٰۃ الجنازۃ مطبوعہ مجتبائی مصر ۱/۶۴۳

[79] درمختار باب صلوٰۃ الجنازۃ مطبوعہ مصطفٰی البابی دہلی ۱/۱۲۲